جلد ۱۹ — جنوری ۲۰۱۵ء — شمارہ ۱

فہرست مضامین

مُدیرِ اعلیٰ: ملک مُمتاز حسین اعوان
مُدیر: گلزار حسین محمدی
پبلشر: ملک مُمتاز حسین اعوان
مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰
مقامِ اِشاعت: جامعہ علمیہ سُلطان المدارس سرگودھا
کمپوزنگ: الخطّ کمپیوٹرز 0307-6719282
فون: 048-3021536

اداریہ

عید میلاد النبی ﷺ اور ہماری ذمہ داریاں

ماہ ربیع الاول آنحضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے۔ تاریخ ولادت میں اگرچہ اختلاف ہے مگر تمام مورخین نے آپ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہی تحریر کی ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں آپ کی ولادت باسعادت عقیدت واحترام کے ساتھ منائی جاتی ہے۔

آپ کی ولادت بنی نوع انسان کے لیے نعمت عظمیٰ ہے۔ آپ کی آمد سے کفروشرک کے بادل چھٹ گئے، ظلم وجور کی تاریکی ناپید ہوگئی، آپس میں جنگ وجدل اور قتل وقتال کرنے والے بھائی بھائی بن گئے۔ قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا ہے: ''واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا'' ۔ ترجمہ: اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پس اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کردی اور تم سب آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے عالم میں انقلاب برپا کیا اور انسانیت کے درست خدوخال دنیا کے سامنے پیش فرمائے۔ آپ کی سیرتِ طیبہ جو دنیا کے انسان کے لیے بہترین نمونہ ہے، آپ نے غلاموں کو مولیٰ بنا کر امیر وغریب کے خودساختہ امتیاز کو ختم فرمایا، رنگ ونسل اور زبان کی تفریق کو ختم فرما کر تمام اہل اسلام وایمان کو بھائی بھائی قرار دیا۔ امن وسلامتی کے گوہر ہائے نایاب اقوامِ عالم میں مفت تقسیم فرمائے۔ آپ کی امانت وصداقت کو آپ کے دشمنوں نے بھی تسلیم کیا۔ آپ کی صفات وخصائل سے انسانیت نے معراج حاصل کی۔ آپ نے قیامت تک آنے والی نسلوں کو آزادی اور سلامتی کے انمول اصول پیش فرمائے۔

اہل اسلام آپ کی ولادت باسعادت پر چراغاں کرتے ہیں، قندیلیں جلاتے ہیں، مگر افسوس دلوں میں اندھیرے چھائے ہوئے ہیں۔ بقول ابوالکلام آزاد آپ کی ولادت پر دل کی قندیلیں روشن کرنا زیادہ مناسب ہے۔

سیرت کی تعمیر کر کے ہم ان مقاصد تک پہنچ سکتے ہیں جن کی طرف حضورؐ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ آج پھر عالم اسلام ظلمت وتاریکی کے اتھاہ گڑھے میں گر چکا ہے۔ رنگ نسل اور فرقہ واریت کے نام پر مُسلمان دوسرے مُسلمان کے خون کو بہا کر جنت کی امید لگائے بیٹھا ہے۔ عبادت گاہیں قتل گاہیں بن چکی ہیں۔ مذہب کے نام پر یہ درندگی تاریخ کے منہ پر سیاہ داغ ہے۔ رسول عربیؐ کے کلمہ گو ہر قسم کی برائی اور بے حیائی میں مصروف ہیں۔ تمام طبقات سیرتِ طیبہ کو بھلا چکے ہیں۔ حکمرانوں سے لے کر ادنیٰ آدمی تک سب ہوس اقتدار اور ہوس زر میں مبتلا ہیں۔

اے اہل اسلام! چودہ سو سال پہلے کا دیا ہوا درس یاد کرو۔ مُحسن انسانیت کی سیرت کے خوبصورت نمونے اپنا کر امن وسلامتی اور احترام آدمیت کے پیغام کو عام کرو۔ اقوام عالم میں گرتی ہوئی قدریں بحال کرنے کے لیے سیرتِ نبویؐ پر عمل کر کے جدوجہد کی ضرورت ہے۔

آئیے ہم سب مل کر عہد کریں کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی تعلیمات کی ترویج وتشہیر اپنے کردار سے کریں گے اور حسین وجمیل نمونے دے کر اسلام کی سربلندی کی کوشش کریں گے۔

در عجم گردیدم وہم در عرب
مُصطفیٰ نایاب ارزاں بولہب

اقوامِ عالم میں امانت وصداقت کے عملی نمونوں سے ایمان افروز تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔

باب العقائد

ائمہ امجاد کے مقام و کام کے متعلق صحیح شیعی اعتقاد

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

اگرچہ ہادیان دین یعنی جناب پیغمبر اسلامؐ و ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے صحیح مقام و منزلت کی تعیین باوجود خدا کی صفاتِ مختصہ سے تنزیل کے بعد انسانی عقول و افہام کی دسترس سے بلند و بالا ہے۔ لا یقاس بآل محمد احد من الناس۔ نہج البلاغہ۔

تاہم عام انسانی وسعت عقل و استعداد کے مطابق ان راہنمایان دین نے اپنے مقام و کام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے، انہی کے مستند و مُعتبر ارشادات و فرامین کی روشنی میں اس کا ایک جامع خلاصہ ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

① یہ بزرگوار سوائے نبوت اور اس کے خصائص کے دیگر فضائل و کمالات میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح وارث و جانشین ہیں۔

② واضح ہے کہ آنحضرتؐ تمام سابقہ انبیاء و مرسلینؑ کے تمام علمی و عملی کمالات کے مع شیٔ زائد حامل ہیں اور اس جامعیّت کی وجہ سے ان سب سے افضل و اشرف ہیں اور چونکہ یہ بزرگوار آنحضرتؐ کے کمالات و کرامات کے جامع ہیں، اس لیے سوائے سرکار ختمی مرتبتؐ کے دوسرے تمام انبیاء سے ان کا مقام بلند ہے اور علم و فضل، زہد و تقویٰ، عفت و عصمت، جود و سخاوت، شجاعت و شہامت غرضیکہ تمام امکانی صفات جلیلہ میں سرآمد روزگار و افتخار ہر نبی و ہر وصی و ہر شہریار ہیں۔

③ چونکہ آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت صرف بنی نوع انسان تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ پورے عالمین کے بشیر و نذیر ہیں اور ان کا وجود مسعود پورے عالم امکان کے لیے سراپا رحمت ہے، اس لیے ان ذواتِ مقدسہ کی خلافت و امامت بھی کسی خاص قوم و قبیلہ یا کسی خاص زمان و مکان کی قید سے مُقیّد نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی تمام عالمین کے لیے ہادی و راہنما اور تمام کائنات علوی و سفلی پر حجّت خدا ہیں۔

④ جس طرح آنحضرتؐ عصمت کبریٰ کے اجل و ارفع درجہ پر فائز ہیں، اسی طرح ان حضرات قدسی صفات کا دامن عصمت بھی از مہد تا لحد ہر قسم کے گناہانِ صغیرہ و کبیرہ کی عمدی و سہوی آلودگیوں سے منزہ و مبرا ہے۔

⑤ چونکہ یہ بزرگوار پورے عالم امکان اور سارے جہان پر حجّت خدائے رحمٰن ہیں، اس لیے وہ سب مخلوقات حتی کہ چرند و پرند اور درند کی زبان بھی سمجھتے ہیں اور ہر زبان میں گفتگو بھی کر سکتے ہیں۔

اگر چہ ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ و پیمانہ نہیں ہے جس سے ان کے علوم لدنیہ کا حدود اربعہ معلوم کیا جاسکے۔ لیکن اس قدر مُسلّم ہے کہ حجّت خدا کی پہچان یہی ہے کہ وہ کسی وقت، کسی جگہ، کسی سائل اور کسی موضوع کے متعلّق سوال کے جواب میں یہ نہ کہے کہ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں۔ الحجة من لا یقول لا ادری۔ خلاصہ یہ کہ ان کا علم خدا کے مقابلہ میں جزئی اور ہمارے مقابلہ میں کلی ہے۔

⑦ جس طرح آنحضرتؐ کی ہر حالت، ہر جگہ، ہر زمانہ، ہر قول اور ہر امر میں ہر شخص پر اطاعت مُطلقہ واجب ہے، اسی طرح ہر حال، ہر جگہ، ہر زمان، ہر مکان اور ہر امر میں ہر شخص پر ان معصوم ہستیوں کی بھی اطاعت مُطلقہ واجب ہے۔ ان کی اطاعت خدا کی اطاعت اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے اور دنیوی و اخروی فوز و فلاح انہی کی اطاعت میں پوشیدہ ہے۔

فهم سفن النجاة و مصابيح الدجى و اعلام التقى الدعاة الى الله و الاولاء الى مرضاة الله و ائمة الهدى و السادة القادة صلوات الله عليهم اجمعين

⑧ جس طرح آنحضرتؐ کی ہر شخص پر محبّت واجب و لازم ہے اور اس کے بغیر کوئی آدمی مُسلمان نہیں کہلاسکتا ہے، اسی طرح ان ذواتِ عالیہ کی مؤدت و محبّت بھی اجر رسالت کے طور پر ہر مُسلمان پر واجب و لازم ہے۔ اس کے بغیر کم از کم کوئی شخص اہل ایمان نہیں کہلاسکتا اور ان کا دوست خدا کا دوست اور ان کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔

⑨ جس طرح آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت کے اقرار کے بغیر کسی عامل کا کوئی عمل قبول نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ان مقربانِ بارگاہ کی امامت و ولایت کے اقرار کے بغیر بھی کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل بارگاہ ربوبیت میں شرف قبولیت حاصل نہیں کرسکتا۔ اور ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کے انکار کے مترادف ہے۔

⑩ یہ بزرگوار آنحضرتؐ کی طرح علت غائی ممکنات و باعث ایجاد کائنات ہیں۔ خدائے قادر و قیوم نے آسمان کا شامیانہ انہی کی خاطر لگایا اور زمین کا فرش انہی کے طفیل بچھایا ہے۔ الغرض خدا اگر ان کو پیدا نہ کرتا تو عالم امکان کے ایک ذرہ کو بھی خلعتِ وجود عنایت نہ کرتا۔ اس لیے یہ بزرگوار خدا تک رسائی اور اپنی مُشکل کشائی کرانے کا بہترین وسیلہ و ذریعہ ہیں۔

☆ اس عالم میں خدا کے دو نظام رائج ہیں۔ ایک کا نام ہے نظام شریعت، دوسرے کا نام ہے نظام تکوین، مسائل حلال و حرام، احکام جائز و ناجائز اور دوسرے حقائق و معارف دین کا تعلّق پہلے نظام سے ہے اور پیدا کرنے، روزی دینے، بیماروں کو شفا دینے، مارنے اور جلانے کا تعلّق دوسرے نظام سے ہے۔

جہاں تک نظام شریعت کا تعلّق ہے یہ ذوات قدسیہ اس کے سربراہ ہیں اور شرعی نقطہ نظر سے یہی ہمارے حاکم اعلیٰ اور بادشاہ ہیں، اگر دنیوی حکام جور کے

پنجہ ظلم واستبداد سے آزاد ہوں اور مبسوط الید ہوں تو دینی معارف وحقائق اور مذہبی مسائل واحکام کا بیان اور ان کی نشر و اشاعت الغرض ہر کمی و زیادتی سے شریعت کی حفاظت وحراست کرنا اور دنیوی امور میں جو فرائض ایک عادل بادشاہ کے ہوتے ہیں جیسے مبنی برانصاف عادلانہ حکومت کا قیام، اسلامی سرحدوں کی حفاظت، شرعی حدود و تعزیرات کا اجراء وانفاذ، غربا و یتامیٰ اور دیگر ہر قسم کے مستحقین کی دیکھ بھال کرنا اور ان تک ان کے حقوق کا پہنچانا ظالم وجابر کو ظلم و جور سے باز رکھتے ہوئے مظلوم کی دادرسی کرنا وغیرہا ان کے حقیقی فرائض ووظائف ہیں اور جہاں تک دوسرے نظام یعنی نظام تکوین (پیدا کرنے، رزق دینے، شفا دینے، اور مارنے وجلانے وغیرہ) کا تعلّق ہے تو اس کا چلانا ان کے متعلّق نہیں ہے۔ خدا نے ان کاموں کی انجام دہی ان کے سپرد نہیں فرمائی۔ نہ بصورت تفویض نہ بشکل توکیل نہ بلحاظ آلات واسباب اور نہ باعتبار فرشتوں پر ناظر ونگران ہونے کے، بلکہ یہ سب کام خود خدائے رحمٰن و علام بذریعہ ملائکہ کرام انجام دیتا ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام اس نظام سے بھی بالکل الگ تھلگ اور غیر متعلّق نہیں ہیں بلکہ اس نظام میں ان کا منصب ومقام ہماری شفاعت و سفارش کرنا ہے۔ وہ بارگاہ قدرت میں ہماری شفاعت کرتے ہیں تو خدا بے اولادوں کی گودیں نعمت اولاد سے بھر دیتا ہے۔ وہ سفارش کرتے ہیں تو خدا بے مال وزر کو دولت مال ومنال سے مالا مال کر دیتا ہے۔ یہ ایسے مقرب بارگاہ ہیں کہ خدا ان کی شفاعت و سفارش کو مسترد نہیں فرماتا۔ ولکن لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ و ما تشاون الا ان یشاء اللہ۔

اس دسویں امر کے علاوہ سابقہ و لاحقہ دلائل و براہین کے جن اخبار وآثار سے تائید مزید ہوتی ہے وہ درج ذیل ہے۔ (یہاں اما زمانہ عجؑ والی توقیع مبارک "ان اللہ خلق الاجسام و قسم الارزاق" الخ۔ جو اسی باب میں قبل ازیں دو مرتبہ پیش کی جا چکی ہے، خصوصًا ملحوظ رہے جس میں آپؑ فرماتے ہیں کہ سفارش ہم کرتے ہیں پیدا خدا کرتا ہے اور سفارش ہم کرتے ہیں رزق خدا دیتا ہے۔ الخ)

☆ جناب سدیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک گروہ یہ گمان کرتا ہے کہ آپ خدا ہیں۔ امام علیہ السلام نے یہ سن کر ایسے لوگوں سے برائت و بیزاری ظاہر فرماتے ہوئے فرمایا:

یا سدیر سمعی و بصری و شعری و بشری و لحمی و دمی من ھولاء براء بری اللہ عنھم و رسولہ

اے سدیر میرے کان، آنکھ، بال، جلد، گوشت و پوست اور میرا خون ان لوگوں سے بیزار ہے خدا اور سول ان سے بیزار ہوں۔

سدیر کہتے ہیں میں نے عرض کیا: فما انتم جعلت فداک میں آپ پر قربان ہوں پھر آخر آپ کیا ہیں؟

قال خزان علم اللہ و تراجمۃ وحی اللہ ونحن قوم معصومون امر اللہ بطاعتنا و نھی عن معصیتنا نحن الحجۃ البالغۃ علی

من دون السماء و فوق الارض

فرمایا ہم علم خدا کے خزانہ بردار، اس کی وحی و تنزیل کے ترجمان، ہم وہ معصوم ہیں جن کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور نافرمانی کی ممانعت کی ہے اور ہم آسمان وزمین والی مخلوق پر حجّت خدا ہیں۔

(رجال کشی صفحہ ۱۹۷ کذا فی البحار جلد ۷ صفحہ ۳۴۹)

☆ حضرت امیرالمومنینؑ وظائف امامؑ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

انه ليس على الامام الا ما حمل من امر ربه الا البلاغ فى الموعظة و الاجتهاد فى النصيحة و الاحياء للسنة و اقامة الحدود على مستحقيها و اصدار السهمان على اهلها

(نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۲۹۸ ترجمہ مفتی صاحب)

امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے (اسے انجام دے) اور وہ یہ ہے کہ پند ونصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے، سمجھانے بجھانے میں پوری پوری کوشش کرے۔ سنت کو زندہ رکھے۔ اور جن پر حد لگنا ہے ان پر حد جاری کرے اور مستحقین تک ان کا حصّہ پہنچائے۔

☆ اس سلسلہ میں سرکار ملا محسن فیض کاشانی علم الیقین صفحہ ۹۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

و الوصى هو الحجة بعد غذلك النبى و الامام الناطق بتاويل الكتاب الصامت يحفظ الشريعة و يقيم الحدود و يسد الثغور و يقصر يد الظالم عن المظلوم

نبی کے بعد حجّت خدا امام ہوتا ہے جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کی صحیح تاویل کرے۔ شریعت مقدسہ کی حفاظت کرے، حدود وتعزیرات شرعیہ جاری فرمائے۔ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرے اور ظالم کو ظلم سے باز رکھے۔

☆ بعض آثار میں وارد ہے:

فالولاية هى حفظ الثغور و تدبير الامور و تعديد الايام و الشهور (بحار جلد ۷ صفحہ ۳۰۶)

یعنی ولایت کیا ہے؟ سرحدوں کی حفاظت کرنا، رعایا کے امور کی دیکھ بھال کرنا اور ماہ و یوم کا شمار وحساب کرنا۔

☆ صاحب رسالہ ''صراط النجات'' صفحہ ۷۹ طبع ایران پر امامت کی امور دین ودنیا میں ریاست عامہ کے ساتھ تعریف کرنے کے بعد امور دینیہ اور امور دنیویہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و معنائے ریاست در امور دینیه این است که احکام الهیه را از تغییر و تبدیل حفظ نماید و باجراء و انفاذ آن ها پرداز و ریاست در امور دنیویه عبارت است از حفظ ثغور و تامین بلاد و نگاهداری اشرار و احذ حقوق مظلومین از ظالمین و فصل القضاء بین التخاصمین و رفع الخلاف بین المتنازعین و اجراء حدود شرعیه و فراهم آوردن آنچه امور نوع مسلمین باو موقوف است۔

یعنی امور دینیہ میں ریاست عامہ سے یہ مراد ہے کہ احکام الٰہیہ کی تغیّر وتبدل سے حفاظت کرے اور ان کو جاری وساری فرماتے اور دنیوی امور میں ریاست عامہ

باقی صفحہ ۴۰ پر

باب الاعمال

بچپن کی منگنی

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

یہ درست ہے کہ شریعت مقدسہ نے ولی شرعی (باپ دادا) کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی ان کے بچپن کی حالت میں منگنی بلکہ ان کا نکاح بھی کر سکتا ہے۔ مگر عام لوگوں نے زندگی کے عام معمولات کی طرح اس سلسلہ میں بھی افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔

بعض لوگ تو عائلی قوانین کے تحت نابالغی کی منگنی اور نکاح کو جائز ہی نہیں جانتے۔ اور بعض اس کے جواز میں اس قدر حد سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ وہ اس کو اپنی عزت و وقار کا مسئلہ سمجھ لیتے ہیں۔ اور اس کے توڑنے کو گناہِ کبیرہ جانتے ہیں اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ منگنی کرتے وقت بالعموم لڑکی لڑکے کی عمر کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ مثلاً لڑکی بالکل چھوٹی ہے اور لڑکا بڑا، یا لڑکی بڑی ہے اور لڑکا بالکل چھوٹا۔ پھر بعد میں اس کے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ عیاں راچہ بیاں کے مصداق ہیں۔

اب بعض علاقوں میں اس منگنی کی یہ اہمیت ہے کہ اگر کوئی لڑکا یا لڑکی شادی سے پہلے مر بھی جائے تو لڑکی کی بہن یا لڑکے کے بھائی سے منگنی کر دی جاتی ہے۔ اگر چہ وہ انمل بے جوڑ ہو۔ کیونکہ اگر ان کی منگیتر کسی اور گھر میں بیاہ دی جائے تو اس میں وہ اپنی بے عزتی خیال کرتے ہیں۔

اور سندھ کے بعض علاقوں میں تو یہ جاہلانہ رسم جاری ہے کہ اگر منگنی کے دوران لڑکے کا انتقال ہو جائے تو اس کی منگیتر بن بیاہی بیوہ بن جاتی ہے اور پھر وہ عمر بھر عقد ثانی کرنے کی روادار نہیں رہتی۔ اس سے بڑھ کر لڑکی پر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے؟

بچپن کی منگنی میں ہوتا یہ ہے کہ کہیں عمر کا اختلاف، کہیں تعلیم کا اختلاف (لڑکا ایم اے اور لڑکی کوری جاہل، یا اس کے برعکس لڑکی بی اے اور لڑکا علم کی ابجد سے نابلد)

لہٰذا ان حالات میں جو شادیاں ہوتی ہیں وہ اکثر ناکام ہوتی ہیں۔ اور پھر اس سے صرف دو شخصوں کی زندگیاں ہی متاثر نہیں ہوتیں بلکہ دو خاندانوں کے تعلقات پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے انسب یہ ہے کہ اولیاء یہ شرعی حق استعمال نہ کریں اور بچپن میں اولاد کی منگنی کرنے سے گریز کریں، بلکہ اس ئے سن بلوغت میں قدم رکھنے کے بعد تمام حالات و کوائف کا مکمل جائزہ لینے، نیز اولاد کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد ان کے عقد و ازدواج کا فیصلہ کریں ...... اور اگر بالفرض بچپن میں منگنی کر بھی دیں اور بعد میں مذکورہ بالا وجوہ میں سے کسی وجہ سے حالات ناخوشگوار ہو جائیں تو

باقی صفحہ ۴۰ پر

باب التفسیر

ہجرت کی فضیلت اور نمازِ سفر کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَ مَنۡ یُّہَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا وَّسَعَۃً ؕ وَ مَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِہٖ مُہَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ثُمَّ یُدۡرِکۡہُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۰﴾ وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ ٭ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿۱۰۱﴾

(سورۃ النساء: ۱۰۰ و ۱۰۱)

ترجمۃ الآیات

اور جو کوئی راہِ خدا میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت ہجرت گاہ جائے پناہ اور بڑی کشائش پائے گا۔ اور جو شخص اپنے گھر سے خدا و رسولؐ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے پھر اسے موت آجائے تو اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا، اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (۱۰۰)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (بلکہ واجب ہے کہ) نماز میں قصر کر دو۔ (بالخصوص) جب تمھیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمھیں کوئی تکلیف پہنچائیں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔ (۱۰۱)

تفسیر الآیات

ومن یہاجر......الآیۃ

جو شخص خدا کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ گھومنے پھرنے کے لیے زمین میں ہر جگہ بڑی کشائش پائے گا۔ یہاں خدائے رحمٰن و رحیم اپنی راہ میں گھر بار، مال و منال، دوست احباب اور زمین و جائیداد چھوڑنے والوں کو خوشخبری دے رہا ہے کہ انھیں آغاز میں جس مشقت اور کوفت کا سامنا کرنا پڑا ہے اور فقر و فاقہ کی جس بھٹی سے گزرنا پڑا ہے وہ اس کے عوض انھیں راحت و آرام پہنچائے گا اور انھیں مال و ثروت کی دولت سے مالا مال فرمائے گا۔ اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ صادق الوعد خدا نے مہاجرین سے جو وعدہ کیا تھا، اس نے اسے پورا کر کے دکھایا۔ اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے اسے پورا ہوا دیکھا کہ خداوند کریم نے ان لوگوں کو اقامۃ دین کے ادائے فرائض اور رہائش کے لیے وسیع و عریض زمین بھی عطا فرمائی اور مال دولت اور فراخ روزی سے بھی نوازا۔

ومن یخرج من بیتہ ......الآیۃ

اس کی شانِ نزول یوں مروی ہے کہ مکہ میں حضرت رسولؐ کے بعض اصحاب سخت بیمار تھے، جن کا نام مفسرین نے جندب بن ضمرہ لکھا ہے۔ مگر جب

انھوں نے ہجرت کا حکم سنا تو انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ وہ انھیں (مدینہ) آنحضرتؐ کی خدمت میں لے چلیں۔ چنانچہ وہ لوگ انھیں چارپائی پر ڈال کر لے چلے، مگر راستہ میں بمقام تنعیم ان کی وفات ہوگئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص خدا اور رسولؐ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے اپنے گھر سے نکلے اور پھر اسے موت آجائے تو اس کا ثواب خدا کے ذمے لازم ہوگیا ہے۔
(مجمع البیان وتفسیر کاشف وغیرہ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجر وثواب کا تعلق آدمی کے عزم وارادہ اور خلوص نیت کے ساتھ ہے۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جو ارادہ کرتا ہے مقدرات الٰہی اور شرعی موانع کی بنا پر اس کام کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا۔ مگر اس سے اس کے اجر وثواب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ''وانما الاعمال بالنیات و نیة المومن خیر من عمله'' یہی وجہ ہے کہ بعض اخبار وآثار میں وارد ہے کہ جب آدمی کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے، خواہ اس کو عملی جامہ نہ بھی پہنا سکے۔ اور جب اسے کر گزرے تو ایک کی جگہ دس نیکیوں کا ثواب نامہ عمل میں درج کیا جاتا ہے۔ اور جب برائی کا ارادہ کرے تو صرف ارادہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا اور جب گناہ کر گزرے تو پھر بھی چند گھنٹوں تک اس لیے نہیں لکھا جاتا کہ شاید گنہگار توبہ کرلے اور جب وہ مدت ختم ہوجائے اور وہ توبہ نہ کرسکے تو صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا خاص فضل وکرم ہے۔
''واللہ ذوالفضل العظیم'' (الوافی الوسائل، البحار)

ایک روایت میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ فرمایا اگر کوئی شخص اپنا دین ومذہب بچانے کی خاطر ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف ہجرت کی غرض سے اپنے گھر سے نکلے تو اگرچہ ایک بالشت مسافت طے کرنے کے بعد اس کی موت واقع ہوجائے تو وہ جنت کا مستحق ہوجاتا ہے اور جنت میں خلیل خدا اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کا رفیق ہوگا۔ (مجمع البیان)

مخفی نہ رہے کہ بعض آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ طالب علم ہے جو علم دین کی طلب میں گھر سے نکلے اور پھر راستے میں لقمۂ اجل بن جائے۔ (فراجع)

واذا ضربتم...... الآیة

نمازِ سفر اور نمازِ خوف کا بیان

یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ شریعت اسلامیہ کے منجملہ خصوصیّت کے ایک خصوصیّت یہ بھی ہے کہ وہ بالکل سہل وآسان ہے۔ یعنی اس کے ہر امر ونہی میں بندوں کی سہولت وآرام کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور کوئی شرعی تکلیف انسانی وسعت وطاقت سے زیادہ نہیں دی گئی۔ اور اس امر کے دیگر شواہد ودلائل کے علاوہ ایک یہی قصر واتمام نماز کا مسئلہ بھی ہے کہ خالق مہربان نے سفر اور خوف کی حالت میں مقررہ شرائط کے تحت چار رکعتی نمازوں کی دو رکعتیں معاف کردی ہیں۔ کیونکہ سفر میں آدمی کو طرح طرح کے تردّدات اور ذہنی پریشانیاں ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے نماز قصر کا حکم دیا گیا۔

آیت کا ظاہری مفاد

اگر اس آیت مبارکہ پر ایک سرسری نگاہ ڈالی

جائے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ نماز قصر دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔

① سفر اور ② دشمن کا خوف۔ اور اوائل اسلام میں یہ خُصوصی رعایت واقعاً صرف سفر اور کفار سے خوف کی صورت میں تھی۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ (سورۃ النساء:۱۰۱)

جب تم سفر میں ہو اور تمھیں کفار سے خوف ہو کہ وہ تمھیں تکلیف دیں گے تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ نماز کو قصر کرو۔ (چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھو)

آیت کا حقیقی مفہوم

مگر سرکار محمدؐ و آل محمدؑ کی قولی و فعلی تعلیمات میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے قصر کرنے کے لیے ان دو عنوانوں میں سے صرف ایک عنوان ہی کافی ہے۔

① سفر (اپنے مقررہ شرائط کے ساتھ) اگرچہ کفار کا خوف دامن گیر نہ ہو۔

② کفار وغیرہ کا خوف اگرچہ سفر ہو، بلکہ حضر ہو اور اس مطلب پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے۔

مروی ہے کہ ایک صحابی نے بارگاہ رسالت میں یہ شبہ پیش کیا کہ نماز قصر کا حکم تو حالت جنگ ہے۔ (تو اب فتح مکہ کے بعد) جب امن حاصل ہو گیا ہے تو اب قصر کیوں پڑھیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقۃ'' یہ رعایت اللہ کا خُصوصی انعام ہے جس سے اس نے تمھیں نوازا ہے تو تم اس کے انعام کو قبول کرو۔ (در منثور، قرطبی)

چنانچہ فریقین کی روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت سفر نماز قصر پڑھتے تھے، خواہ امن ہوتا تھا یا خوف۔ آیت کے جن الفاظ سے اشتباہ ہوتا ہے انھیں عام حالات پر محمول کیا جائے گا کہ چونکہ اس دور میں عموماً سفر خوف و خطر سے خالی نہیں ہوتے تھے اور بالعموم یہ خوف و خطر حالت سفر میں ہوتا تھا، لہٰذا یہ قید (ضربتم فی الارض ...... و خفتم من الذین کفروا) کو غلبہ پر محمول کیا جائے گا جس طرح پچھلگ لڑکی کی حرمت کے لیے ''فی حجورکم'' (جو تمھاری گودوں میں پلی ہیں) کی قید تغلیبی کو بنابریں خوارج اور فرقہ ظاہریہ کا یہ کہنا کہ یہ قصر حالت جنگ کے ساتھ مختص ہے۔ اور امن کے سفر میں قصر جائز نہیں ہے۔ غلط ہے۔ اور یہ مفہوم قرآن اور عمل پیغمبر اسلامؐ کے خلاف ہے۔ بے شک پہلے پہل قصر کا حکم جنگ کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ مگر پھر ہر قسم کے جائز سفر کے لیے عام ہو گیا جو سنت رسول اور مُسلمانوں کے تعامل سے ثابت ہو چکا ہے۔

یہ قصر رخصت ہے یا عزیمت

چونکہ قرآن مجید میں نمازِ قصر کے لیے ''فلیس علیکم جناح'' (اگر نماز قصر کرو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے) لہٰذا اس سے بعض علماء نے یہ سمجھا کہ سفر اور خوف میں نماز کا قصر کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ صرف رخصت ہے۔ مگر جو بات تعلیمات اہل بیتؑ اور برادرانِ اسلامی کے اکثر ائمہ و فقہاء کی آراء سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ یہ قصر عزیمت اور ضروری ہے۔ صرف رخصت و اجازت نہیں ہے۔ جناب زرارہ اور جناب محمد بن مسلم بیان

باقی صفحہ ۱۱ پر

باب الحدیث

اصلاح بین الناس کی فضیلت و اہمیت

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① جناب حبیب احول بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرمارہے تھے کہ وہ صدقہ جسے خدا پسند فرماتا ہے وہ اصلاح بین الناس ہے، جب لوگ خراب ہوجائیں اور ان کو آپس میں قریب کرنا ہے، جب وہ ایک دوسرے سے دور ہوجائیں۔ (اصول کافی)

② جناب ہشام بن سالم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: اگر میں دو آدمیوں کے درمیان صلح کرادوں تو یہ بات مجھے راہِ خدا میں دو دینار صدقہ دینے سے زیادہ پسند ہے۔

(اصول کافی)

③ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب جیسے مُفضل وامثالہ سے فرمایا کہ جب ہمارے اہل ایمان میں کوئی جھگڑا پیدا ہوجائے تو میری ذاتی رقم سے ادا کرکے ان کو صلح وصفائی کردیا کرو۔

(اصول کافی)

④ نیز آپؑ سے منقول ہے کہ اگر صلح کرانے والا غلط بیانی سے بھی کام لے تو وہ کاذب نہیں ہے۔ (کیونکہ: "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز")

(اصول کافی)

بقیہ باب التفسیر

کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سفر میں نمازِ قصر پڑھنے کے متعلّق سوال کیا۔ فرمایا: سفر میں قصر کرنا اسی طرح واجب ہے جس طرح حضر میں پوری پڑھنا واجب ہے۔ عرض کیا کہ خدا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ قصر پڑھو، بلکہ فرمایا: "فلیس علیکم جناح" اگر قصر کرو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فرمایا حج میں صفا و مروہ کے درمیان سات چکّر لگانا (بالاتفاق) واجب ہے۔ حالانکہ وہاں بھی یہی لفظ وارد ہے: "فلا جناح علیہ ان یطوف بھما" کہ حج کرنے والے پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ان کے درمیان چکّر لگائے۔

(عیاشی، مجمع البیان، صافی)

حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیشہ سفر میں قصر کیا ہے اور کسی مُعتبر روایت سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپؐ نے کبھی سفر میں چار رکعتیں پڑھی ہوں۔

(تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۸۹)

اس کے باوجود امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رخصت کے قائل ہیں۔ عزیمت کے قائل نہیں ہیں۔

فراجع

سائل: سید عقیل حسن کراچی

سوال نمبر ۱: آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای نے قمہ زنی اور زنجیر زنی اور ماتم میں خون بہانے کو بدعت اور گناہ جانا ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! مجھے آیت اللہ خامنہ ای مدظلہ سے فی الجملہ اتفاق ہے۔ میں کہتا ہوں ہر وہ کام جس سے جسم و جان کے ضیاع کا اندیشہ ہو اس کام و اقدام سے اجتناب واجب ہے کیونکہ جان کا اتلاف حرام ہے۔ ارشادِ قدرت ''و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ'' (القرآن) اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ لہٰذا احتیاط فی الدین کا تقاضا یہ ہے کہ سادہ ماتم داری پر اکتفا کی جائے۔

سوال نمبر ۲: اخباری مُجتہد اور اصولی مُجتہد میں کیا فرق ہے۔ کیا دونوں حق پر ہیں یا صرف ایک؟ کیا شیخ صدوقؒ اخباری مُجتہد تھے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! جہاں تک میں دونوں فریق کے اقوال و آراء کا مطالعہ کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کی نزاع لفظی ہے۔ یعنی اخباری حضرات کہتے ہیں کہ ادلہ احکام یعنی احکام معلوم کرنے کے ذرائع صرف دو ہیں۔ ایک قرآن اور دوسرا سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا فرمان۔ اور اصولی کہتے ہیں کہ ادلہ احکام چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع، اور عقل۔ مگر وہ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ امت کا اجماع اس صورت میں حجت ہے کہ جب اس میں امام معصوم داخل ہوں تو پھر اعتبار تو قولِ معصوم کا ہوا، ورنہ اجماع بے کار ہے۔ اسی طرح مستقلات عقلیہ کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ عدل و انصاف کرنا اچھا ہے اور ظلم و جور کرنا برا ہے۔ اس پر قرآن و حدیث دلالت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ اخباری مُجتہد تھے۔

سوال نمبر ۳: کیا امام خمینی کو امام کہنا جائز ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! اصولی طور پر دیکھا جائے تو ہر رہبرو رہنما امام ہوتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں اصطلاح قائم ہو چکی ہے کہ لفظ امام صرف امام معصوم کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہاں علماء اعلام کے لیے حجۃ الاسلام، آیت اللہ وغیرہ الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۴: امام خمینی اور بڑے بڑے علمائے کرام نے ملا صدرا کی بہت تعریف کی ہے، جبکہ آپ نے بھی احسن الفوائد میں ان کا اچھا تعارف کروایا ہے۔ اسفار اربعہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ کیا ایسا آپ کے لیے ممکن ہے کہ ان کی کسی چھوٹی سی کتاب کا ترجمہ کر دیں تا کہ ہم

ان کے فلسفے سے استفادہ کر سکیں۔ کیونکہ چار سو سال گزر گئے، ہمارے ہاں دوبارہ کوئی فلسفہ دان نہیں آیا۔ بعض شیعہ کہتے ہیں کہ وہ صوفی تھے لہٰذا مشرک تھے۔

جواب: باسمہ سبحانہ! اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ جناب ملا صدرا صاحب اسفار اربعہ بڑے فلسفی اور منطقی تھے۔ اور صوفی بھی نہیں تھے۔ مگر ان کا شمار فلاسفہ میں ہوتا ہے۔ شیعہ علماء وفقہاء یا شیعہ مُفسّرین ومحدثین میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔ اور وہ فلسفہ یونان سے اس قدر متاثر تھے کہ قرآن وحدیث کی تاویل کر کے انھیں فلسفہ کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حالانکہ علماء و فقہاء کا یہ دستور ہے کہ اگر فلسفہ اور قرآن میں اختلاف ہو جائے تو وہ فلسفہ کو چھوڑ کر جو کہ یونان کے کافر فلسفیوں کی ایجاد ہے، قرآن کو مقدم جانتے ہیں، جو کہ لاریب کلام اللہ ہے۔

سوال نمبر ۵: میرے دوست اعتراض کرتے ہیں کہ علمائے کرام سیدانی لڑکی کا نکاح غیر سید سے جائز سمجھتے ہیں، جبکہ دلائل نہیں دیتے۔ مجھے اور میرے دوست آپ کے دلائل کا بے چینی سے انتظار کریں گے۔

جواب: باسمہ سبحانہ! دلائل تو حرام جاننے والوں کو دینے چاہئیں کہ یہ عقد قرآن وسنت یا کس دلیل کی بنا پر حرام ہے؟ ہمیشہ ثبوت بذمہ مدعی ہوتا ہے...... جبکہ یہ عقد صرف پاکستان اور وہ بھی زیادہ پنجاب وسندھ کی حد تک حرام سمجھا جاتا ہے۔ باقی رہے عراق و ایران یا شام و لبنان بلکہ پورے عالم اسلام میں جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور میں ذاتی طور پر اس معاملہ میں خاموش ہوں۔ واللہ العالم بالحقائق۔

سائل: محمد نیر عباس روڈو سلطان جھنگ

سوال نمبر ۱: قبلہ صاحب! میں آپ کا مُقلّد ہوں۔ ہمارے ہاں نمازِ جمعہ ایک بجے کے بعد پڑھایا جاتا ہے کیا وہ جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! آج کل سردیوں کے موسم میں دن کے ایک بجے سے پہلے نمازِ جمعہ ختم ہو جانی چاہیے۔

سوال نمبر ۲: جو پیش امام قرائت نہیں جانتا اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ! پیش نماز کے لیے مومن، عادل اور صحیح قرائت کا قاری ہونا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۳: کیا قرائت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے؟ جو قرائت نہیں جانتے ان کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! الفاظ کو ان کے مقررہ مخارج سے ادا کرنا واجب ہے۔

سوال نمبر ۴: سعد اور نحس تاریخوں پر یقین رکھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ! شریعت میں سعد اور نحس تاریخوں کا تذکرہ ہے۔ مگر ضروری کام کرنا ہوں تو دعا اور صدقہ دے کر کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۵: کیا قمر در عقرب میں شادی کی جا سکتی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! سخت کراہت ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

☆

مومن کی توہین کرنا

مومن خدا کے نزدیک انتہائی محترم اور معزز ہوتا ہے، اس کی جان کی طرح اس کا مال بھی محترم ہے۔

① سورہ منافقون آیت ۸ میں ہے: ”وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ“ عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے۔

② سورۂ بقرہ آیت ۲۵۷ میں ہے: ”اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا“ ...... اللہ مومنین کا سرپرست ہے۔

③ سورۂ بینہ آیت ۷ میں ہے: ”اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ“۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَظَمَةِ جَلَالِهٖ وَ قُدْرَتِهٖ فَمَنْ طَعَنَ عَلَيْهِ اَوْرَدَّ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَقَدْ رَدَّ عَلَى اللّٰهِ“ اللہ نے مومن کو اپنی جلالت اور قدرت کی عظمت سے پیدا کیا ہے۔ جو کوئی اس کی توہین کرے یا اس کی بات کو ٹھکرائے تو اس نے اللہ کی توہین کی ہے اور اللہ کے فرمان کو ٹھکرایا ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۰)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے قریب رک گئے اور فرمایا: ”کعبہ تیرا حق بہت عظیم ہے لیکن مومن کا حق تیرے حق سے بھی عظیم تر ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: مومن ہر لحاظ سے خدا کے ہاں محترم ہے۔ اس کی جان، مال اور عزت سے تعرض کرنا حرام ہے۔ (مُستدرک السفینہ جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مومن اپنے مومن بھائی کو اُف کہتا ہے تو ان کے درمیان ایمانی رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور اگر کوئی کسی مومن سے کہتا ہے کہ تو میرا دشمن ہے تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مومن بھائی کی آبرو برباد کرتا ہے اور اس کی توہین میں جلدی کرتا ہے تو خدا اس سے سخت نفرت کرتا ہے اور جو مومن بھائی کے لیے دل میں برائی کا ارادہ چھپائے ہوئے ہو تو اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اگر حجابات اٹھا دیے جائیں تو لوگوں کو خدا کے نزدیک مومن کا بہت بڑا مقام دکھائی دے گا جسے دیکھ کر ان کی گردنیں جھک جائیں گی اور لوگ مومن کی اطاعت کرنے لگ جائیں گے اور اگر لوگ مسترد شدہ اعمال کو دیکھ لیں تو یہ کہنے لگ جائیں گے کہ خدا سرے سے کسی کے عمل کو قبول ہی نہیں کرتا۔

(مُستدرک الوسائل جلد ۹ صفحہ ۱۳۹)

مومن کی ہجو کرنا

شیخ انصاری اپنی کتاب مکاسب میں رقمطراز ہیں: مومن کی ہجو کرنا ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع، اور عقل) کی رو سے حرام ہے۔ کیونکہ ہجو عیب جوئی، غیبت، سرزنش اور آبروریزی پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں حرام ہیں۔ مومن کی ہجو خواہ نظم میں کی جائے یا نثر میں، خواہ اس کی موجودگی میں کی جائے یا غیر موجودگی میں، بہرصورت حرام ہے۔ اور اگر کوئی مومن پر تہمت لگائے تو اس کا گناہ کہیں زیادہ ہے۔

روضۃ الواعظین صفحہ ۲۹۳ پر مرقوم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ سے خطاب کر کے فرمایا: بیت اللہ! مرحبا! تو بہت عظیم ہے اور اللہ کے ہاں تیرا بڑا احترام ہے لیکن خدا کی قسم ایک مومن کا احترام تیرے احترام سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ تیرے لیے ایک احترام ہے جبکہ مومن کے لیے تین احترام ہیں۔ اس کے مال کا احترام کیا جائے، اس کے خون کا احترام کیا جائے اور اس کی بدگمانی سے پرہیز کیا جائے۔ (بحارالانوار جلد ۶۴ صفحہ ۳۸)

کافی کی دوسری جلد میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کسی مسکین یا غیر مسکین مومن کی توہین کرے اور اسے حقیر جانے تو خدا ہمیشہ اس کی توہین کراتا ہے اور جب تک وہ مومن کی توہین کرتا رہے اس وقت تک خدا کے غضب میں مبتلا رہتا ہے۔

جو شخص کسی مومن کی غربت کی وجہ سے اس کی تذلیل و تحقیر کرے تو خدا قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے اس کو ذلیل کرے گا۔

اس کے بعد شیخ انصاری لکھتے ہیں: اہل بدعت کی توہین کرنا گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ احادیث میں مذکور ہے کہ انھیں رسوا کرو تا کہ وہ تمھیں گمراہ کرنے کی ہمت نہ کریں۔ اس روایت سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بدعت میں جو برائی نہ بھی ہو اسے بھی ان سے منسوب کرنا جائز ہے۔ کیونکہ خلق خدا کو ان سے متنفّر کرنا زیادہ اہم ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں جھوٹ چھوٹی برائی ہے۔

مؤلف حقیر سمجھتا ہے کہ حدیث میں وارد لفظ "باھتوھم" کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان پر بہتان باندھو۔ اس کے بجائے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مضبوط اور محکم دلائل سے انھیں لاجواب کر دو، جیسا کہ قرآن مجید کی آیت "فبھت الذی کفر" (سورۂ بقرہ: ۲۵۸) سے مستفاد ہوتا ہے۔

یہ بات اسلام کے مزاج سے کہیں دور ہے کہ وہ کسی بدعتی پر بہتان تراشی کی اجازت دے جیسا کہ کافی میں ابوحمزہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے دوست اپنے مخالفین پر تہمتیں لگاتے ہیں اور ان سے غلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔ (کیا ایسا کرنا جائز ہے؟) امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے بچنا چاہیے۔

جب معاویہ بن ابی سفیان اور اس کے ساتھیوں نے جنگ صفّین میں امام علیؑ پر لعن طعن کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے ساتھیوں حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق خزاعی نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ امیرالمومنینؑ نے ان سے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم لوگ لعنت کرنے والے اور سب و شتم کرنے والے بن جاؤ۔ اس کے بجائے تم ان کی بداعمالیوں کو اجاگر کرو تو یہ بات ان کی رسوائی کے لیے

زیادہ موثر ہے۔ (مستدرک الوسائل جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۶)

علماء کی توہین کرنا

بلا شبہ مومن کی توہین کرنا اور اس کا مذاق اڑانا گناہِ کبیرہ ہے اور اگر مومن عالم و دانشور بھی ہو تو گناہ کی شدت بڑھ جاتی ہے اور اگر توہین کے ساتھ تہمت اور بدگوئی بھی شامل ہو جائے تو گناہ کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے: ''خَیرُ الاَخیَارِ اَخیَارُ العُلَمَاء'' نیک لوگوں میں سے بہترین لوگ نیک علماء ہیں۔ (اردو محاورے کے مطابق وہ زمین کا نمک ہیں)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مَن اَکرَمَ عَالِمًا فَقَد اَکرَمَنِی وَ مَن اَهَانَ عَالِمًا فَقَد اَهَانَنِی'' جس نے عالم کا احترام کیا اس نے میرا احترام کیا اور جس نے عالم کی توہین کی اس نے میری توہین کی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: ہمارے شیعہ علماء ابلیس اور اس کے چیلوں کی سرحد پر ہماری طرف سے دفاع کرنے والے ہیں۔ وہ ابلیس اور اس کے چیلوں کو ہمارے کمزور پر حملہ کرنے سے روکتے ہیں نیز ابلیس، اس کے چیلوں اور ناصبیوں کو ہمارے شیعوں پر مُسلّط ہونے سے روکتے ہیں۔ جان لو کہ ہمارا جو بھی شیعہ ہمارے نظریات کے دفاع کے ذمے داری سنبھالے وہ ترک اور روم کے کافروں سے جہاد کرنے والے سے دس لاکھ گنا افضل ہے کیونکہ یہ ہمارے محبوں کے دین کے محافظ ہیں جبکہ وہ ان کے جسم و جان کے محافظ ہیں۔ (الاحتجاج جلد ۱ صفحہ ۸)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مناظرہ کرنے والے علماء کی فضیلت میں امام حسن عسکری علیہ السلام اور حضرت خاتونِ جنت بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے بھی بہت سی احادیث منقول ہیں۔ ہم بغرض اختصار ان سے صرف نظر کر رہے ہیں، کیونکہ علماء کی عظمت کے لیے یہی ایک حدیث کافی ہے۔

آخری زمانے میں علماء کی توہین

یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ آخری زمانے کے لوگ علماء کی بدگوئی کریں گے اور ان کے ہاں عالم کی کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سیاتی زمان علی امتی یفرون من العلماء کما یفر الغنم من الذنب فاذا کان کذالك ابتلاهم الله بثلاثة اشیاء الاول یرفع البرکاة من اموالهم و الثانی سطل الله علیهم سلطانا جائرا و الثالث یخرجون من الدنیا بلا ایمان

عنقریب میری امت پر وہ وقت بھی آنے والا ہے جب وہ علماء سے یوں بھاگیں گے جیسے بکری بھیڑیے سے بھاگتی ہے۔ جب ایسا ہونے لگے تو اللہ انھیں تین باتوں میں گرفتار کر دے گا۔

① ان کے اموال سے برکت اٹھ جائے گی۔
② ان پر ظالم حکمران مُسلّط ہو جائیں گے۔
③ وہ بے دین ہو کر دنیا سے رخصت ہوں گے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے:

سیاتی زمان علی امتی لا یعرفون العلماء الا بثوب حسن و لا یعرفون القران الا بصوب حسن، و لا یعبدون الله الا فی شهر رمضان

عنقریب میری امت پر وہ وقت بھی آنے والا ہے جب لوگ علماء کو اچھے لباس کے ذریعے اور قرآن کو اچھی آواز کے ذریعے پہچانیں گے اور ماہ رمضان کے سوا خدا کی عبادت نہیں کریں گے۔ (بحار جلد ۲۲ صفحہ ۴۵۳)

باب المتفرقات

اسیرانِ آلِ محمدؑ کا رہائی کے بعد کربلا میں ورود

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

راویانِ اخبار کا بیان ہے کہ واپسی پر جب یہ قافلہ اہل بیت سرزمین عراق کی سرحد پر پہنچا جہاں دوراہہ تھا، ایک راستہ سیدھا مدینہ کو جاتا تھا اور دوسرا عراق کی طرف، تو انھوں نے رہبر سے فرمایا کہ ہمیں کربلا (عراق) کے راستہ سے لے چلو۔ چنانچہ حسب الحکم عراقی راستہ اختیار کیا گیا۔ جب کربلا میں ورود ہوا اور مقتل گاہ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ اسی وقت جناب جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ اور کچھ ہاشمی ؟؟؟ قبر حسینؑ کی زیارت کے لیے مدینہ سے کربلا پہنچے ہیں۔ جناب ابن طاؤس نے لکھا ہے: ''فوافدا فی وقت واحد و تلاقوا بالبکاء و الحزن و اللطم و اقاموا لماتم المقرحۃ للاکباد و اجتمع الیہم نساء ذلک السواد فاقاموا علی ذلک ایاما''۔ یعنی دونوں قافلے ایک ہی وقت میں بروز اربعین یعنی بیستم صفر کو وارد کربلا ہوئے۔ انتہائی حزن و ملال اور گریہ و بکا کے ساتھ باہمی ملاقات ہوئی۔ جگرخراش انداز میں مراسم عزاداری بجالائے۔ اور اس علاقہ کی عورتیں بھی آکر شریک ماتم و غم ہو گئیں کئی روز (بروایت ریاض الاحزان صفحہ ۱۵۷ تین یوم) تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

جناب جابرؓ کی کیفیت زیارت مفصل طور پر بشارۃ المصطفیٰ (صفحہ ۸۹ طبع النجف وغیرہ) کتب میں بروایت عطیہ عوفی مرقوم ہے۔

تبصرہ: مخفی نہ رہے کہ رہائی کے بعد واپسی پر اس قافلہ کا کربلا پہنچنا ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور اختلاف کی آماجگاہ ہے۔ بعض حضرات نے تو محض اس استبعاد کی وجہ سے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شہادت امامؑ کے بعد ابن زیادہ کا قاصد شام جائے، پھر وہاں سے حکم یزید لائے۔ بعد ازاں اسیرانِ اہل بیتؑ کو شام بھیجا جائے اور وہاں کچھ عرصہ ان کو زندان میں رکھا جائے۔ اور پھر رہائی کے بعد وہی قافلہ بروز اربعین بیستم صفر کو کربلا میں بھی پہنچ جائے۔ یعنی صرف چالیس روز کی قلیل مدت میں یہ سب کچھ ہو جائے۔ سرے سے اس واقعہ کا انکار کر دیا ہے۔ اور بعض نے یہ نظریہ قائم کیا کہ کوفہ سے شام جاتے وقت کربلا میں ورود ہوا تھا۔ اور بعض نے یہ بے پر کی اڑائی کہ کربلا میں یہ ورود اور جناب جابر سے ملاقات ایک سال کے بعد دوسری اربعین ۶۲ ہجری کو ہوئی۔ الغرض:

ہر کس بقدر فہمش فہمید مدعا را

ہم اسی کتاب کے اسی باب کی ابتدا میں جو تحقیق پیش کر آئے ہیں کہ بنا بر تسلیم ارسال قاصد پندرہ محرم تک سدھائے ہوئے کبوتر یا تیزگام قاصد کے ذریعہ سے یزید کا پیغام ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا تھا اور اسی روز اس نے اس لٹے ہوئے قافلہ کو شام کی طرف

روانہ کر دیا تھا اور یکم صفر کو قریبا پندرہ یوم میں یہ قافلہ شام پہنچا۔ پھر زندان وغیرہ میں سات روز قیام کرنے کے بعد آٹھویں دن یعنی آٹھویں صفر کو واپس روانہ ہوا۔ اس طرح قریبًا بارہ یوم میں یہ قافلہ بآسانی کربلا پہنچ سکتا ہے۔ اوران حقائق کی روشنی میں مذکورہ بالا استبعادات کا کوئی محل اور وزن باقی نہیں رہ جاتا اور نہ ہی ان کی بنا پر ایک مشہور واقعہ کی صحت کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ صاحب ظلم الزہراء نے ۲۸۷ پر ایسے ہی استبعادات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "بعد تسلیمہ محض استبعاد و لا یبغی بمحضہ انکار الروایات" بعد ازاں ثابت کیا ہے کہ کوفہ شام تک تیز رو قاصد تین یوم میں پہنچ سکتا ہے۔ خصوصا جبکہ کسی غیر معمولی واقعہ کی اطلاع دینا ہو۔ جیسے شہادت اما مظلوم کی خبر مشوم۔ فراجع

باقی رہا یہ خیال کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو اکابر علماء مثل شیخ صدوق مفید وامثالہم رضوان اللہ علیہم اس واقعہ کا ذکر کرتے۔ اس کا جواب واضح ہے کہ ان بزرگواروں کا بوجہ اختصار اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا اس واقعہ کے عدم وقوع کی دلیل نہیں بن سکتا جبکہ یہ واقعہ دوسری کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ بوجہ اختصار جب انھوں نے دیگر منازل وحالات سفر کو قلم بند نہیں کیا تو اگر اس واقعہ کو نظر انداز کر دیا ہے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ آخر یہ اس سفر کی ایک منزل ہی تو ہے۔

مقالہ نگار: فرحت حسین جامعہ الکوثر اسلام آباد

مقدمہ

اللہ نے انسان کو سب سے افضل نعمت عقل کی دی ہے جس کے ذریعہ انسان اور حیوانات کو جدا کیا جاتا ہے۔ علماء کے کلام میں عقل کئی معنی میں استعمال ہوئی ہے۔ احادیث میں جستجو کے بعد عقل کے تین معنی دستیاب ہوتے ہیں۔

① وہ قوت ہے کہ جس سے اچھائیوں اور برائیوں کا ادراک، ان دونوں میں امتیاز اور تمام امور کے اسباب کی معرفت وغیرہ حاصل کی جائے اور یہی شرعی تکلیف کا معیار ہے۔

② ایسی حالت و ملکہ کہ جو خیر و منافع کے انتخاب اور برائی و نقصانات سے اجتناب کی دعوت دیتا ہے۔

تعقل علم کے معنی میں ہے کیونکہ یہ جہل کے مقابل میں آتا ہے نہ کہ جنون کے اور اس موضوع کی تمام احادیث میں عقل دوسرے اور تیسرے معنی میں زیادہ استعمال ہوئی ہے، میں اس مقالے میں امام رضا علیہ السلام کی احادیث کی روشنی میں عقل کو بیان کرنے والی احادیث کو اس طرح ترتیب دینے کی کوشش کی ہے کہ پہلے عقائد والی احادیث پھر اعمال والی احادیث جمع کرنے کی کوشش کی اور آخر میں ایک مناظرہ جس میں امام رضاؑ نے عقلی تقاضوں کے مطابق دلائل ارشاد فرمائے ہیں، ان احادیث کی روشنی امام رضاؑ نے دین کا جو عقلی دفاع کیا اور امامؑ کے نزدیک عقل کا جو مقام مرتبہ واضح ہوتا ہے یا عقل کے انسانی زندگی پر اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں اور عقل کو کس چیز کی ضرورت ہے، البتہ اس مقالے میں تجزیہ کرنے کا اس وجہ سے موقع نہیں ملا کہ چار صفحات سے زیادہ ہوگیا۔ اگر یہ قید ہٹا دی جائے تو اس پر تفصیلی تجزیہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

عقل کے لغوی معنی

لغت میں عقل کا مادہ ''ع، ق، ل'' ہے۔ جس کے معنی ''الحجر و النہی ضد الحمق'' یعنی منع کرنا، باز رکھنا، روکنا، اور حبس کرنے کے ہیں۔ جیسے اونٹ کو رسّی سے باندھنا، تاکہ کہیں جا نہ سکے۔ انسان کے اندر ایک قوت ہوتی ہے، جسے عقل کہا جاتا ہے جو اسے فکری جہالت سے بچاتی ہے اور عملی لغزش سے باز رکھتی ہے۔

(لسان العرب الامام العلامہ ابن منظور دار احیا التراث العربی بیروت طبع اولی المجلد التاسع باب العین صفحہ ۳۲۶)

امام رضا علیہ السلام کی احادیث عقل کے بارے میں

① امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: عقل کے ذریعہ خدا

کی تصدیق کی جاتی ہے۔

② ابو یعقوب بغدادی کہتا ہے کہ ابن سکیت نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا خدا کی قسم میں نے آپ کے مثل کسی کو نہیں دیکھا، آج خلق پر خدا کی حجت کون ہے؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

عقل ہے کہ جس کے ذریعہ خدا کے متعلق سچ بولنے والوں کی پہچان اور ان کی تصدیق ہوتی ہے۔ خدا پر جھوٹ باندھنے والوں کی شناخت اور ان تکذیب کی ہوتی ہے۔ ابو یعقوب کہتے ہیں کہ ابن سکیت نے کہا: خدا کی قسم یہی (واقعی) جواب ہے۔

③ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "ہر انسان کا دوست اس کی عقل ہے اور جہالت اس کی دشمن ہے"۔

یہ حکمت آمیز کلمہ کتنا زیبا ہے، کیونکہ عقل ہر انسان کا سب سے بڑا دوست ہے جو اس کو محفوظ رکھتی ہے اور دنیوی تکلیفوں سے نجات دلاتی ہے۔ اور انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ جہالت ہے جو اس کو اس دنیا کی سخت مشکلات میں پھنسا دیتی ہے۔

④ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "سب سے افضل عقل انسان کا اپنے نفس کی معرفت کرنا ہے"۔

بے شک جب انسان اپنے نفس کے سلسلہ میں یہ معرفت حاصل کر لیتا ہے کہ وہ کیسے وجود میں آیا اور اس کا انجام کیا ہوگا تو وہ عام اچھائیوں پر کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ برائیوں کو انسان سے دور کر دیتا ہے اور اس کو نیکیوں کی طرف راغب کرتا ہے اور یہی چیز اس کے خالق عظیم کی معرفت پر دلالت کرتی ہے۔

⑤ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے۔

⑥ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: محمد بن یحیی عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن ابن فضال الحسن بن الجهم: قال سمعت الرضاؑ یقول: "صدیق کل امرء عقله و عدوه جهله"

محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انھوں نے ابن فضال سے اور انھوں نے حسن بن جہم سے سنا ہے کہ حسن بن جہم کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپؑ ارشاد فرما رہے تھے کہ آدمی کا دوست اس کی عقل اور اس کا دشمن اس کا جہل و نادانی ہے۔

(مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول علامہ شیخ الاسلام محمد باقر مجلسیؒ الجزالاول کتاب العقل والجہل حدیث ۴ صفحہ ۲۳)

اس حدیث کو موثقہ بھی کہا گیا ہے۔

⑦ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: بہترین تعقل و تفکر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو پہچان لے (اور معرفت نفس حاصل کرے)

⑧ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: عقل کامل کے لیے دس خصلتیں ضروری ہیں:

لا یتم عقل امرء مسلم حتی تکون فیه عشر خصال، الخیر منه مأمول، و الشر منه مأمون، یستکثر قلیل الخیر من غیره، و یستقل کثیر الخیر من نفسه، لا یسأم من طلب الحوائج الیه و لا یمل من طلب العلم طول دهره، الفقر فی الله احب الیه من الغنی، و الذل فی الله احب الیه من العز فی عدوه، و الخمول اشهی الیه من الشهرة، ثم قال (علیه السلام) العاشرة و ما العاشرة، قیل له ماهی؟ قال (علیه السلام) لا یری احدا الا قال: هو خیر منی و اتقی

مسلمان شخص کی عقل کامل نہیں ہے مگر یہ کہ وہ

دس خصلتوں کا مالک ہو۔ اس سے خیر و نیکی کی امید کی جا سکے، لوگ اس سے امن و امان میں ہوں، دوسروں کی مختصر نیکی کو بڑا سمجھے، اپنی خیر کثیر کو تھوڑا سمجھے، اس سے جتنی بھی حاجتیں مانگی جائیں وہ تھک نہ جائے۔ اپنی عمر میں طلب علم سے اکتا نہ جائے، خدا کی راہ میں غربت اس کے نزدیک مالداری سے بہتر ہو، خدا کی راہ میں ذلت اس کے نزدیک خدا کے دشمن کے ہاں عزت پانے سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ گم نامی کو شہرت سے زیادہ پسند کرتا ہو، اور پھر فرمایا: اور دسویں خصلت کیا ہے، اور کیا ہے دسویں خصلت؟ عرض کیا گیا: آپ فرمائیں وہ کیا ہے؟ فرمایا: جس کسی کو بھی دیکھے کہہ دے کہ وہ مجھ سے زیادہ بہتر اور زیادہ پرہیز گار ہے۔

⑨ ابو ہاشم جعفری کہتا ہے کہ ...... میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، عقل کا ذکر چھڑ گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابو ہاشم! عقل خدا کا عطیہ ہے...... جو شخص زحمت سے خود کو عقلمند بنانا چاہتا ہے اس کے اندر جہالت کے سوا اور کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔

⑩ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جنگلی جانور اور گائے کا گوشت زیادہ کھانے کے سبب عقل میں تبدیلی، فہم میں تیرانی، کند ذہنی اور بیشتر فراموشی پیدا ہوتی ہے۔

⑪ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سوچتا ہے، سمجھ لیتا ہے عقلمند ہو جاتا ہے۔

(بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار الشیخ العلامہ محمد باقر مجلسی موسسۃ بیروت الجزء التاسع والاربعون باب احوال اصحابہ واہل زمانہ ومناظرتھم ومناظرتہ صفحہ ۲۶۱)

⑫ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: بہی (کھانا) تمھارے لیے ضروری ہے کہ اس سے عقل بڑھتی ہے۔

⑬ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: محمد بن علی ہمدانی: خراسان میں ایک شخص امام رضاؑ کی خدمت میں تھا آپؑ کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا کہ جس پر سرکہ اور نمک تھا، امامؑ نے کھانے کا آغاز سرکہ سے کیا۔ اس شخص نے کہا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، ہمیں آپ نے نمک سے آغاز کرنے کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: یہ بھی ایسا ہی ہے۔ سرکہ ذہن کو قوی بناتا ہے اور عقل کو بڑھاتا ہے۔

⑭ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: سداب عقل کو بڑھاتا ہے۔

⑮ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جنگلی جانور اور گائے کا گوشت زیادہ کھانے کے سبب عقل میں تبدیلی، فہم میں حیرانی، کند ذہنی اور بیشتر فراموشی پیدا ہوتی ہے۔

⑯ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو خدا کی معرفت رکھتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کو قضا وقدر میں مُتّہم قرار نہ دے اور رزق دینے میں اس کو سست شمار نہ کرے۔

مناظرہ امام رضا علیہ السلام

امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک منکر خدا آیا، آپ نے اس سے فرمایا: اگر تو حق پر ہے (جب کہ ایسا نہیں ہے) تو اس صورت میں ہم اور تم دونوں برابر ہیں اور نماز، روزہ، حج، زکات اور ہمارا ایمان ہمیں کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر ہم حق پر ہیں (جب کہ ایسا ہی ہے) تو اس صورت میں ہم کامیاب ہیں اور تو گھاٹے میں ہے اور اس طرح تو ہلاکت میں ہوگا۔ منکر خدا نے

کہا: مجھے یہ سمجھائیں کہ خدا کیا ہے؟ کہاں ہے؟ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو جس راستے پر چل رہا ہے وہ غلط ہے۔ خدا کو کیفیتوں (وہ کیسا ہے اور کیسا نہیں ہے) سے متّصف نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسی نے اشیاء میں کیف و کیفیّت کو پیدا کیا ہے اور نہ ہی اسے مکان سے نسبت دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اسی نے حقیقت مکان کو وجود بخشا ہے۔ اسی بنا پر خداوند متعال کو کیفیت اور مکان سے نہیں پہچانا جا سکتا اور نہ ہی وہ حواس سے محسوس کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کی شبیہ ہو سکتا ہے۔ منکر خدا نے کہا: اگر خداوند متعال کسی بھی حسی قوت سے درک نہیں کیا جا سکتا ہے تو وہ کوئی وجود نہیں ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر تیری حسی قوتیں اسے درک کرنے سے عاجز ہوں تو اس کا انکار کر دے گا لیکن میں جب کہ میری بھی حسی قوتیں اسے درک کرنے سے عاجز ہیں، اس پر ایمان رکھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ وہ ہمارا پروردگار ہے اور وہ کسی کی شبیہ نہیں ہے۔ منکر خدا نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ خدا کب سے ہے؟ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: تو یہ بتا کہ خدا کب نہیں تھا تا کہ میں تجھے یہ بتاؤں کہ خدا کب سے ہے؟ منکر خدا نے کہا: خدا کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: میں جب اپنے پیکر کی طرف نگاہ اٹھاتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ اس کے طول و عرض میں کسی طرح کی کوئی کمی و بیشی نہیں کر سکتا، اس سے اس کا نقصان دور نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے فوائد اس تک پہنچا سکتا ہوں۔ اسی بات سے مجھے یقین ہو گیا کہ اس پیکر کا کوئی بنانے والا ہے اور اسی وجہ سے میں نے وجود صانع کا اقرار کیا۔ اس کے علاوہ بال بنانا، ہواؤں کا چلانا، آفتاب اور ماہتاب کو حرکت دینا، اس بات کی نشانی ہے کہ ان کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ضرور ہے۔

منابع و مصادر:

① لسان العرب، الامام العلامہ ابن منظور دار احیا التراث العربی بیروت، طبع اولی المجلد التاسع مادہ ع ق ل باب العین صفحہ ۳۲۶۔

② بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار الشیخ العلامہ محمد باقر مجلسیؒ موسسہ بیروت الجزء التاسع والاربعون باب احوال اصحابہ واہل زمانہ و مناظرتہم ومناظراتہ صفحہ ۲۶۱۔

③ بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار الشیخ محمد باقر مجلسی دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان الجزء الاول کتاب العقل والجہل صفحہ ۱۳۹۔

④ مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول، علامہ شیخ الاسلام محمد باقر مجلسی الجزء الاول کتاب العقل و الجہل حدیث ۴ صفحہ ۲۳۔

باب المتفرقات

اعتراضات کی آندھیوں میں تحقیق کے چراغ قسط ۱۲

تحریر: علامہ آفتاب حسین الجوادی

مولوی عبدالشکور لکھنوی صاحب نے مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کی عبارت سے عمداً بددیانتی کے ساتھ غلط نتیجہ اخذ کیا اور اپنا خود ساختہ نظریہ اُن کی طرف منسوب کر دیا۔ بعد والے تکفیری بھی یہی جھوٹ بیان کرتے چلے آرہے ہیں۔ لکھنوی صاحب نے جس طرح انصاف کا خون کرتے ہوئے انتہائی دجل و تلبیس، بددیانتی اور دھوکا بازی کو وطیرہ بنایا ہوا تھا، اسی طرح سلفی صاحب نے بھی لکھنوی کی بددیانتی پر اندھا اعتماد کرتے ہوئے بحرالعلوم کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا، اس فتنۂ تکفیر کا سارا وبال عبدالشکور صاحب پر ہے۔ حالانکہ بحرالعلوم نے فتویٰ تکفیر ہرگز نہیں دیا اور نہ ہی انہوں نے اس سے رجوع کیا۔ یقیناً سلفی نے بحرالعلوم کی اصل کتاب میں یہ عبارت دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی، پھر بلاجواز کس اندھے اعتماد سے شیعوں کی تکفیر کو بحرالعلوم کی طرف منسوب کر دیا اور اس پر طُرہ یہ کہ تفسیر مجمع البیان سے عقیدہ تحریف قرآن کے مطالعہ کا حوالہ بھی دے دیا۔ یہ کُھلّم کھلا دھوکا دہی و فریب کاری ہے بایں ہمہ پھر بھی وہ "امام اہلسنّت" کہلانے کا دعویدار رہو۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

سلفی صاحب ثبوت لائیں یا معافی مانگیں:

سلفی صاحب کا یہ کہنا "حالانکہ علامہ طبرسی ان چار علماء میں سے ہے جو بظاہر تحریفِ قرآن کے منکر تھے مگران کی گومگو قلمی پالیسی کو علامہ بحرالعلوم بھانپ گئے" ان کی اس عبارت میں لفظ "بظاہر" سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ طبرسی حقیقتاً تحریفِ قرآن کے منکر نہ تھے، صرف ظاہری طور پر انکار کرتے، یہ سلفی صاحب کی دریدہ دہنی، سینہ زوری اور کُھلّم کُھلا جھوٹ و بہتان ہے۔ سلفی صاحب کی ذمہ داری ہے کہ صرف داستان نویسی اور افتراء و بہتان سے اجتناب کریں، اپنے موقف یا ادعاء پر دلیل لائیں۔ جہاں اور بہت سے جوابات سلفی صاحب کے ذمہ ہیں، اسی طرح "بحرالعلوم" کا عدم تکفیر سے رجوع اور "علامہ طبرسی" صاحب "مجمع البیان" کی تحریفِ قرآن کے حوالے سے کوئی عبارت پیش کردیں جس سے "گومگو قلمی پالیسی" بھانپی جاسکے ورنہ امتِ اسلامیہ سے کھلے عام اپنی غلط بیانی پر معافی مانگیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کریں، خود مولانا بحرالعلوم اپنے صاف الفاظ میں لکھتے ہیں: "ولم یختر صاحب ذلک التفسیر ھذا القول" کہ صاحب تفسیر (علامہ طبرسی) نے (تحریف) کے قول کو اختیار نہیں کیا (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، صفحہ ۶۱۷) حالانکہ خدامیوں کے امام عبدالشکور اور منظور نعمانی صاحبان نے بھی تسلیم کیا ہے کہ علامہ طبرسی تحریف کے قائل نہ تھے۔ خدا لگتی کہو اب کس کی بات مانیں، آپ کی یا بحرالعلوم،

عبدالشکور اور منظور نعمانی وغیرہ علماء کی؟

سلفی صاحب کے خیال میں بحرالعلوم نے بھی امریکی واسرائیلی آبدوز میں بیٹھ کر سمندر کی تہہ سے شیعہ کی تکفیر کا حکم ڈھونڈ نکالا۔ مضمون نگار (مفتی محمد زاہد صاحب) کا سر اوکھلی میں نہیں بلکہ سلفی صاحب کا سر امریکی اوکھلی میں رکھا ہوا ہے اور اوپر سے دستہ کی ضربیں لگ رہی ہیں۔ آپ کے "امام اہل سنت" نے اپنی تصنیفات میں شیعوں پر الزام تراشی کے لئے جتنی خیانتیں، تحریفات اور قطع و برید کے جرائم کیے ہیں اس کو آشکار کرنے کے لئے الگ ایک کتاب کی ضرورت ہے سلفی صاحب کے امام اہل سنت نے جس رسالہ "فقہی نظر سے مختتم فیصلہ" میں بحرالعلوم کی جانب ایک غلط بات منسوب کردی ہے اور ان کی عبارت کو گھٹا بڑھا کر پیش کیا ہے، اس سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ چنانچہ کتاب "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" مطبوعہ المطبع الرفیع نول کشور لکھنو، ذی الحجۃ ۱۲۹۵ھ بمطابق جنوری ۱۸۷۸ء کا مطبوعہ نسخہ ہمارے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے اس کتاب کی "الاصل الرابع القیاس، تتمۃ" صفحہ ۶۱۷ پر اصل عبارت یہ ہے:

وعليه اى عدم التكفير جمهور الفقهاء والمتكلمين وهو الحق وفيه لم يوجد الخلاف فى اهل السنة الا ما عن مالك فى تكفير الروافض وعن متاخرين مشائخنا الا من انكر ضرورياً من الدين وكان بحيث الا مساغ للشبهة فى كون انكاره خروجاً عن الدين كالاركان الاربعة وحقية القرآن اعلم انى رأيت فى مجمع البيان تفسير الشيعة انه ذهب بعض اصحابهم الى ان القرآن العياذبالله كان زائداً على هذا المكتوب قد ذهب بتقصير من الصحابة الجامعين العياذبالله ولم [illegible]تر صاحب ذلك التفسير هذا القول فمن قال بهذا القول فهو كا[illegible] لانكاره الضرورى

".......اس پر بناء کر کے یعنی جمہور فقہاء و متکلمین کی جانب سے (خوارج وروافض) کی عدم تکفیر اور یہی درست ہے، اس مسئلہ میں اہل سنت میں کوئی اختلاف نہیں پایا گیا، مگر امام مالک اور ہمارے حنفی متاخرین مشائخ سے تکفیر روافض منقول ہے۔ مگر جس نے دین کی ضروریات میں سے کسی ضروری امر کا انکار کیا اور وہ امر اس طرح ہو کہ اس کے انکار کی بناء پر دین سے خارج ہونے میں کوئی شُبہ رکاوٹ نہ بنتا ہو، جیسے ارکانِ اربعہ کا انکار اور قرآن کی حقیقت۔ جان لو کہ میں نے شیعہ کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا ہے کہ ان کے بعض اصحاب اس طرف گئے ہیں کہ العیاذ باللہ قرآن اس مکتوب سے زیادہ تھا جو جامعین قرآن صحابہ کی کوتاہی سے ضائع ہو گیا العیاذ باللہ لیکن صاحب تفسیر مجمع البیان نے یہ نظریہ اختیار نہیں کیا جو کوئی (سُنی یا شیعہ) اس نظریہ کا قائل ہو وہ ضروری عقیدے کی وجہ سے کافر ہے۔"

(شرح مسلم الثبوت ص ۶۱۷)

جہاں تک شیعہ کے بارے میں عدم تکفیر کے فتویٰ کا تعلّق ہے، اس بارے میں بحرالعلوم کی رائے اور اختتامی قطعی فیصلہ یہی ہے کی تمام تر اختلافات کے باوجود شیعہ کی تکفیر مُتقدمین فقہاء احناف بشمول ابو حنیفہ اور دیگر مثلاً شافعی وغیرہ سے منقول نہیں ہے بلکہ یہ سب شیعہ کے تمام عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود انہیں مُسلمان کہتے ہیں۔ یہ صرف بعض متاخرین کی تنگ نظری اور تعصّب ہے جس کی بناء شیعوں کے خلاف اس طرح کے غیر دانشمندانہ فتوے جاری کیے شاید اس کا محرک بادشاہانِ وقت رہے ہوں۔ قرآن مجید سے متعلّق سُنی اور شیعہ راویوں کی روایات تمام اہلِ اسلام کے سامنے تھیں، یہ روایات پہلی، دوسری، تیسری حتی کہ پانچویں چھٹی صدی تک

علماء اسلام کے علم میں آچکی تھیں ۔ان کی بنیاد پر کسی نے شیعہ وسُنی دونوں میں سے کسی فرقے پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔

بحرالعلوم نے تفسیر مجمع البیان اور دیگر شیعہ کتب کا مطالعہ کیا ہوا تھا

جہاں تک تمہارے ''امام اہل سنت'' کے رجوع کا تعلّق ہے ۔تواس بارے میں عرض ہے کہ وہ رجوع کریں یا قلابازیاں کھائیں، یہ ان کا حق ہے ۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں ۔ہاں، مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے متعلّق یہ کہنا کہ انہوں نے شیعہ کے بارے میں اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیا تھا، یہ سلفی صاحب کے ''امام'' کا سیاہ جھوٹ اور بالکل دھوکا دہی ہے ۔ بحرالعلوم نے دیگر شیعہ کتب کے علاوہ تفسیر مجمع البیان کا مطالعہ بھی پہلے سے کیا ہوا تھا، نہ یہ کہ انہیں شیعہ کتب پر اطلاع نہ تھی اور بعد میں انکشاف واطلاع ہونے پر اپنا سابقہ فتویٰ تبدیل کردیا۔ جیساکہ منظور نعمانی وعبدالشکور لکھنوی وغیرہ تکفیریوں نے دھوکا دہی سے باور کرانے کی کوشش کی ہے اور بعد میں آنے والے ان کے اندھے مریدوں نے اندھا اعتماد کرتے ہوئے بغیر تحقیق وتفتیش کیے ان کے کذبِ محض کو نقل کردیا ہے ۔ راقم السّطور نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ''فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت'' کا اول سے آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، مولانا بحرالعلوم نے اس کتاب کے صفحہ ۴۰۷، ۴۰۸ پر اماین الاسلام، علامہ شیخ ابو علی الفضل الطبرسی متوفی ۵۴۸ھ کی شاہکار تالیفِ منیف ''مجمع البیان فی تفسیر القرآن'' وغیرہ شیعہ کتب کے مطالعہ کا ذکر کیا ہے، بعد ازاں صفحہ ۵۱۹ تا ۵۲۱ پر شیعہ کی عدم تکفیر کا مفتی بہ صحیح فتویٰ دیا۔ پھر کئی صفحات کے بعد (صفحہ ۷۱۱ پر) تفسیر مجمع البیان کا دوبارہ ذکر کیا ہے۔ اس تحقیقِ انیق کے بعد یہ حقیقت پوری طرح نکھر کر سامنے آتی ہے کہ بحرالعلوم نے شیعہ کتب بشمول تفسیر مجمع البیان پڑھنے کے بعد ہی عدم تکفیر کا فتویٰ صادر کیا

قارئین عالی قدر! اب سب سے پہلے صفحہ ۴۰۷ اور ۴۰۸ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے ۔ چنانچہ موصوف رقم طراز ہیں:

وهذا العبد غفرالله له رأى فى بعض كتبهم وسمع عن بعض من يتبعونه انهم انكروا بعض القرأة لعدم رواية المعصوم كما قالوا فى قوله تعالى فانزل الله سكينته عليه ان الصحيح فانزل الله سكينته على رسوله فالاول مع كونه متواترا لم يقبلوه لعدم رواية المعصوم على زعمهم والثانى نسبوا الى الامام زين العابدين على ابن الحسين عليه وعلى آله الكرام الرضوان وقبلوه مع كونه من الاحاد ونقل فى مجمع البيان عن بعض شياطينهم الذين عندهم ثقات انه ذهب من القرآن كثير العياذ بالله لا يعلمها الا المعصوم وسيبينها الامام محمد المهدى الموعود مع انه قد تواتر ان القرآن هو هذا وما ذكره العاملى فمع كونه لايفيد الا عدم اشتراط التواتر عند عدم وجود معصومهم ويجوز ان يكون الشارطون شرطوا عند وجوده ومع كونه مبنيا على عدم قبول الاحاد مع ان البعض منهم قبلوا الاحاد۔''

اس بندہ غفراللہ لہ نے ان (شیعوں) کی بعض کتب میں دیکھا اور بعض ان لوگوں سے سنا جن کی یہ اتباع کرتے ہیں کہ انہوں نے معصوم کی روایت نہ ہونے سے بعض قرأت کا انکار کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول فانزل الله سكينته عليه میں کہا ہے کہ اس کی صحیح قرائت فانزل الله سكينته على رسوله ہے ۔ حالانکہ پہلی قرائت متواتر ہے لیکن انہوں نے اس لئے اسے قبول نہیں کیا کہ ان کے خیال کے مطابق یہ معصوم سے مروی نہیں ہے، اور دوسری قرائت کو انہوں نے امام زین العابدین علی بن حسین علیہ وعلی آبائہ

الکرام الرضوان کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ خبر احاد میں سے ہے۔ تاہم اسے قبول کیا ہے۔ "مجمع البیان" میں ان کے بعض شیاطین جو ان کے نزدیک ثقہ ہیں سے منقول ہے کہ قرآن کا بہت سا حصّہ ضائع ہو گیا ہے العیاذ باللہ، اس کی مقدار کو معصوم ہی جانتے ہیں اسے عنقریب امام محمد مہدی موعود بیان کریں گے، حالانکہ قرآن متواتر ہے جو (ہمارے ہاں) موجود ہے جو کچھ عاملی نے ذکر کیا ہے باوجودیکہ وہ معصوم کے موجود نہ ہونے پر تواتر کے شرط نہ ہونے کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ ہوسکتا ہے کہ شرط ماننے والوں نے معصوم کے وجود سے اسے تواتر کے لئے شرط قرار دیا ہو......

(شرح مسلم الثبوت لبحرالعلوم "الاصل الثانی السنۃ" صفحہ ۴۰۷، ۴۰۸ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۸ء)۔

بحرالعلوم کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے شیعہ مذہب کی بہت سے کتب کا مطالعہ پہلے سے کیا ہوا تھا اور امین الاسلام علامہ ابو علی الطبرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر "مجمع البیان" بھی ان کی زیر مطالعہ تھی شیعوں کے تمام عقائد کو جانتے ہوئے انہوں نے اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ تا ۵۲۱ تک یہ رائے ظاہر کی: فان الصحیح عند الحنفیۃ انهم لیسوا بکفار حتی یقبل شهادتهم "بلا شبہ حنفیوں کے ہاں صحیح یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہیں، یہاں تک کہ اِن کی گواہی بھی قابلِ قبول ہے"۔ پس معلوم ہوا کہ کفر کا فتویٰ جاری کرنا بے احتیاطی اور اہل سنت اصولوں سے ناواقفیت و جہالت کی دلیل ہے البتہ بحرالعلوم نے تحریف قرآن کے قائلین کے لئے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پہ بجا ہے کہ جس طرح شیعہ کتب میں جہاں اس بابت روایات موجود ہیں اسی طرح اہل سنت کے ہاں بھی تحریف قرآن سے متعلق کثیر تعداد میں روایات پائی جاتی ہیں اگرچہ بحرالعلوم نے شیعہ کے بعض علماء کی طرف "ذهب من القرآن کثیر" کے الفاظ منسوب کیے ہیں تو سنی کتب میں بھی حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ کرام سے ایسے ہی "قد ذهب منه قرآن کثیر" کے الفاظ مروی ہیں۔ تاہم یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ جمہور شیعہ موجودہ قرآن کو ہی قرآن تسلیم کرتے ہیں۔ مولانا بحرالعلوم کی یہ عبارت "انهم انکروا بعض القرأة لعدم روایة المعصوم" کہ معصوم کی روایت نہ ہونے کی وجہ سے شیعہ نے بعض قرائت کا انکار کیا ہے انتہائی قابلِ غور وفکر ہے، اہل سنت سات قرائتوں کو جائز سمجھتے ہیں جبکہ مکتب اہل بیتؑ میں مشہور قرائت کے علاوہ دیگر قرائتیں درست نہیں ہیں، سلفی صاحب کے ہاں سات حروف کا نظریہ موجود ہے، اِس کے ہوتے ہوئے یہ تحریفِ قرآن کی ہر روایت کو اسی پر حمل کرتے ہیں ذرا صرف ایک روایت پر اجمالی نظر کرتے جائیے اور دیکھیے اس تحریفِ قرآن کی روایت کو کس طرح اختلافِ قرائت کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے کہ جسے امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں سورہ تبت کی تفسیر میں درج فرمایا ہے: لما نزلت "وانذر عشیرتك الاقربین و رهطك منهم المخلصین" جب یہ آیت نازل ہوئی......الخ

جبکہ آج جو قرآن پاک امت اسلامیہ کے پاس موجود ہے اس میں اس آیت مبارکہ کے یہ جملے "و رهطك منهم المخلصین" کہیں نظر نہیں آتے۔ ان زائد جملوں کو ہر گز نسخ یا اختلافِ قرائت پر محمول نہیں کرسکتے، کیونکہ یہاں اختلافِ قرائت کی بات ہی نہیں بلکہ صریح اضافہ ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایسی روایات امام بخاری و مسلم اور دیگر کئی محدثین باسنادِ صحیح و حسن نقل کریں تو تحریف لازم نہ آئے اگر ایسی کوئی روایت باسنادِ

مردود کتب شیعہ میں نظر آئے تو فوراً "تحریف" کا شور و غوغا کر کے مذہب اہل بیتؑ کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

قارئین گرامی اور "خدامی" حضرات سے اتنا کہیں گے کہ دوسروں پر الزام سے پہلے اپنے امام ابو عبید قاسم بن سلام صاحب "کتاب الاموال" کی مطبوعہ تصنیف "فضائل القرآن" کا ہی مطالعہ کرلیں تو کافی وشافی ہوگا، اگر کوئی کسر باقی ہو تو "کتاب المصاحف" لابن ابی داود پر نظر ڈورالیں، عبرت کے لیے اتنا ہی سامان کافی ہے۔ ارباب نظر اور اہل انصاف کو بخوبی معلوم ہے کہ صرف اکثریت اور اقتدار کی پشت پناہی سے کفر و اسلام کے فتاویٰ جاری کرنے سے نہ کوئی واقعی کافر ہوتا ہے نہ کسی کا اسلام ثابت ہوسکتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ بحر العلوم نے اس محولہ بالا عبارت سے پہلے شیعہ کے عقیدہ عصمت ائمہ اہل بیتؑ کا ذکر بھی کیا ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ بھی بحر العلوم کو پوری وضاحت سے معلوم تھا لیکن انہوں نے اس عقیدے کی وجہ سے شیعہ کو ختم نبوت کا منکر قرار نہیں دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ہاں عصمت غیر انبیاء ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ بہر کیف اہل سنت کا صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی یہی عقیدہ ہے۔ کیوں کہ انہوں نے تمام صحابہ کو محفوظ قرار دیا ہے جبکہ بقول شاہ محمد اسماعیل دہلوی محفوظ اور معصوم کا معنی ایک ہی ہے۔ بحر العلوم اپنے بلکہ متقدمین علماء اسلام کے فیصلہ کی تائید کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ شیعہ اس حکم سے صاف الگ تھلگ ہیں، اس لئے کہ شیعہ مابین الدفتین کو ہی مکمل قرآن مانتے ہیں بحر العلوم نے بھی علامہ محققؒ امین الاسلام شیخ ابو فضل بن حسن طبرسی رحمۃ اللہ المتوفی ۵۴۸ھ کے اس قول کا ذکر کیا ہے کہ وہ کمی بیشی کے قائل نہیں ہیں۔

بحر العلوم کا رجوع ہرگز ثابت نہیں ہے:

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سلفی صاحب اور ان کے چند تکفیری اسلاف نے شیعیت کو مزید کتنی گہرائی سے ناپ لیا؟ اس دور میں امریکی آبدوزیں نہ تھیں کہ جن میں بیٹھ کر آج سلفی صاحب گہرائی کی پیمائش کرتے ہیں شیعہ کی تکفیر کے ساتھ تخصیص یا شیعہ پر بالعموم فتویٰ کفر بحر العلوم نے ہرگز جاری نہیں کیا بلکہ "فمن" کے ذریعے ظاہر کیا کہ جو کوئی بھی تحریف قرآن کا قائل ہو وہ خارج از اسلام ہے۔ یہ اظہار کسی سابقہ فتوے سے رجوع ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ عبد الشکور صاحب نے کتاب "فواتح الرحموت" کا گہری نظر سے مطالعہ نہیں کیا اور نہ ہی مصنف کے نظریے کو از روئے حق و انصاف بیان کرسکے۔ ان کی دماغی سطح کتنی پست، طرز فکر اور تشدد پسندی کا انداز کتنا عجیب وغریب تھا کہ بموجب توجیہ القول بما لا یرضی بہ القائل بحر العلوم کی طرف ایسی بات کی نسبت دے دی کہ جس سے ان کی روح بھی تڑپ رہی ہوگی حالانکہ انہوں نے صاف صاف عدم تکفیر کا فتویٰ دیا ہے جس میں کسی شک وشبہ، احتمال آفرینی اور بے یقینی کی گنجائش نہیں ہے۔ سچی بات ہے کہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی سوجھتا ہے عبد الشکور صاحب کو ہر جگہ اہل ایمان کی تکفیری نظر آتی ہے۔ آخر کار خود اپنے ہاتھوں "رجوع" کا شوشہ چھوڑ کے اپنی کذب بیانی کا شکار ہوگئے یہ سب کچھ حق کی لازوال سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سلفی صاحب نے اکثر مباحث میں اپنے خدامیوں کو یہ باور کرانے کی سعی نامشکور کی ہے کہ عبد الشکور لکھنوی صاحب نے بحر العلوم کا رجوع ان کی کتاب شرح مسلم الثبوت سے ثابت کردیا ہے، جو قطعاً غلط ولغو ہے۔

دراصل انہوں نے اپنی عوام کو اندھیروں میں رکھ کر انہیں دھوکا وفریب دیا ہے جسے ہم نے طشت از بام کر دیا ہے۔

تکفیریوں کی فکری آوارگی کا یہیں سے اندازہ لگالیں کہ

ان کے نام نہاد امام...... جن کی علمی حیثیت اور کوتاہ نظری کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے اصول فقہ کی متداول کتاب شرح مسلم الثبوت سے شارح عبدالعلی بحرالعلوم کا اصل موقف اور نقطہ نظر سمجھنے سے ہی قاصر ہو، تو اس کے دیگر نظریات اور پیش کردہ حوالہ جات میں کتنی صداقت ہوگی اور وہ کس حیثیت کے حامل ہیں؟ سچ ہے

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

ایک دن ہم سب نے زمین اوڑھ کر سو جانا ہے لہٰذا تعصب سے بالاتر ہو کر ہمیں حق بات کہنا چاہیے جو فکر ونظر کی وسعت وبلندی کی دلیل ہے۔ عدم تکفیر اہل قبلہ پر ٹھوس دلیل کے طور پر عبدالعلی بحرالعلوم اور دیگر علماء نے بخاری کی اس حدیث کو پیشِ نظر رکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من صلیٰ صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا ذالک المسلم الذی له ذمة الله ورسوله فلا تخفروا الله فی ذمته

''جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا، پس وہ مُسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ پس تم اللہ تعالی کی تحقیر نہ کرو اس کے ذمہ (عہد) میں'' کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی مُسلمان پر کفر کے فتوے داغتا پھرے۔ اس لئے کہ اگر ایک شخص یا گروہ اختلاف رائے کی بنا پر کسی دوسرے فرقے یا شخص پر کفر کا فتویٰ داغے گا تو دوسرا اس کے خلاف ایسی کارروائی کرنے کا مجاز ہوگا۔ یہ فتاویٰ کفر کا لامتناہی سلسلہ ہوگا جس سے امتِ مُسلمہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کمزور ہوگی۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ اس تکفیری مہم نے مُسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ اغیار ان کے باہمی اختلافات اور تعصّبات کو بڑھا کر خوب استفادہ کرتے ہوئے مُسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی سازش کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان سازشوں سے بچ کر اتحاد کی راہ پر چلنا ہی دانشمندی ہے اور اسی میں امت کی کامیابی ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ شیعہ کو اپنا اسلام ثابت کرنے کے لئے کسی مولوی کے فتوے کی احتیاج نہیں ہے اور نہ ہی شیعہ کا اسلام غیر مُعتدل مولوی کی بیساکھیوں پر قائم ہے۔ لاکھوں بحرالعلوم ہوں ان کی کیا جرأت کہ وہ شیعہ کو اسلام سے خارج کریں فتدبروا ولاتکن من الظالمین۔

سابقہ اوراق میں مسئلہ تکفیر کے سلسلے میں مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کے اصل موقف اور نقطہ نظر کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ ان کی اپنی تصنیفات سے ناقابل تردید حقائق وشواہد سے واضح کر دیا گیا ہے، اب اس پر مزید خامہ فرسائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے باوجود اگر کوئی تکفیری مولانا بحرالعلوم کے موقف سے ہٹ کر غلط مطلب کشید کر کے امت اسلامیہ میں تفرقہ ڈالے تو یہ اس کے خبث باطنی کا عکاس ہے البتہ بعض تکفیری ان کی عبارات سے غلط مفہوم نکال کر مُسلمانوں کو کافر بنانے کی کوشش کرتے رہے جو ان کی بدنیتی پر مبنی ہے سلفی صاحب کے ''امام اہل سنت'' عبدالشکور صاحب نے ان کا موقف نہ سمجھنے کی بنا پر یہ پروپیگنڈا کیا کہ بحرالعلوم نے جو شیعہ کی عدم تکفیر کا فتویٰ دیا تھا اس سے انہوں نے رجوع کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے ان کا رجوع قطعی طور پر ثابت نہیں ہے، عبدالشکور صاحب نے دلیل یہ پیش کی کہ انہوں نے شیعہ کی تفسیر ''مجمع البیان'' للعلامہ طبرسی کا مطالعہ کرنے کے بعد اس فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا، اس کا مدلل ومسکت جواب ہم نے اس سے پہلی قسط میں دے دیا ہے غرضیکہ عبدالشکور صاحب کے اس پروپیگنڈے سے تکفیری

مولویوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ مثلاً منظور نعمانی صاحب اور ان کے دیگر معاصر تکفیریوں نے اس جھوٹ کو آگے پھیلا کر اپنی آخرت کو تباہ و برباد کیا اور یہ تمام بوجھ اٹھا کر اپنے گناہوں میں مزید اضافہ کر دیا۔ آج بھی سلفی صاحب جیسے تکفیری یہ حربہ استعمال کر کے امت اسلامیہ کو کافر بنانے پر کوشاں ہیں۔ چونکہ ان کے پاؤں تلے ریت ہی ریت ہے لہٰذا اپنے مذموم مقاصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہونے پائیں گے۔ ہم نے قارئین کے سامنے مولانا بحر العلوم کا اصل حنفی نقطۂ نظر پیش کر کے ان تکفیریوں کے دجل وفریب اور کذب وافتراء کو تار تار کر دیا، مولانا موصوف پر لگایا گیا بے بنیاد الزام یعنی ''رجوع'' کے شوشے کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیر دی ہیں۔ واضح رہے کہ عبدالشکور لکھنوی صاحب نے صرف یہ جھوٹ ہی نہیں بلکہ کئی جھوٹ بول کر بھائی کو بھائی سے لڑا کے امت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔

آئیے ان کی صرف چند ایک اور ''تحقیقات'' ہدیۂ قارئین کیے دیتے ہیں، تاکہ ان کے علمی حدود اربعہ کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکے۔

سلفی صاحب کے ''امام'' عبدالشکور صاحب کی انوکھی تحقیق کا ایک نمونہ:

سلفی صاحب کے ممدوح ''امام اہل سنت'' عبدالشکور لکھنوی نے ایک غیر مُقلد عالم احتشام الدین مراد آبادی کی ایک کتاب ''نصیحۃ الشیعہ'' کو اپنے مملوکہ مطبع ''عمدۃ المطابع لکھنؤ'' سے اپنے دیباچہ وحواشی کے ساتھ دوبارہ ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۶ء میں شائع کیا تھا، یہی مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس کتاب کے صفحہ ۲ پر کتب اربعہ میں سے ''الکافی'' کی روایت کے ایک راوی پر مولوی احتشام الدین مراد آبادی نے عمداً یا سہواً کتاب الروضہ کی ایک روایت کا راوی ''یزید بن معاویہ'' تحریر کر دیا ہے اس پر عبدالشکور صاحب مزید حاشیہ لکھتے ہوئے یوں وضاحت کرتے ہیں کہ ''حاشیہ نمبر ۳ فروع کافی جلد ۳، کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنو، صفحہ ۳۸، حاشیہ نمبر ۴ یہ یزید بن معاویہ قاتل حسین نہیں بلکہ حضرت عباس علمدار شہید کربلا کا پوتا ہے''۔

(ملاحظہ ہو۔ نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۲، مطبوعہ عمدۃ المطابع لکھنؤ)

قارئین گرامی قدر! یک نہ شد دو شد۔ دونوں ''محققین'' کی تحقیق کی داد دیجئے۔ یہ عجیب انداز ہے کہ ایک مُحقق نے برید بن معاویہ کو دیدہ ودانستہ ''یزید بن معاویہ'' بنا ڈالا، تاکہ یہ باور کیا جا سکے کہ شیعہ بھی یزید بن معاویہ سے روایت لیتے ہیں اور اس کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں اس طرح کے بے بنیاد الزام لگا کر اہل تشیّع کو بدنام کیا جائے۔ لیکن ہر قاری اس وقت محو حیرت ہوتا ہے کہ جب وہ دوسرے مُحقّق ''امام اہل سنت'' کی انوکھی تحقیق کا مطالعہ کرتا ہے ان کی تحقیق نے تو سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے۔ انہوں نے یہ پخ لگائی کہ یہ یزید بن معاویہ قاتل حسین نہیں ہے۔ (معلوم ہوا کہ یہ صاحب بھی یزید کو ہی قاتل حسینؑ جانتے تھے ویسے پروپیگنڈا کے لئے شیعوں پر قتل حسینؑ کا الزام لگاتے ہیں) بلکہ کسی مستند یا غیر مستند کتاب کا حوالہ دیئے بغیر اپنی طرف سے اسے حضرت عباس علمدار شہید کربلا کا پوتا بنا دیا۔

کتاب روضہ کافی طبع نولکشور لکھنو ۱۳۰۲ھ ہمارے سامنے ہے اس کی جلد سوم صفحہ ۳۸ پر بذیل عنوان ''وصیۃ النبی ﷺ لامیر المومنین علیہ السلام'' یہ سند لکھی ہے:

''عن سھل بن زیاد عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبۃ وثعلبۃ بن میمون وغالب بن عثمان وھارون بن مسلم

عن برید بن معاویۃ قال کنت عند ابی جعفر علیہ السلامؒ"

اس مذکورہ بالا روایت کے سلسلہ سند میں یزید بن معاویہ نہیں بلکہ برید بن معاویہ عجلی ہے۔ جبکہ یزید نام کا کوئی بھی شخص حضرت عباس علمدار کا پوتا نہیں اور نہ ہی معاویہ نام کا کوئی ان کا بیٹا تھا۔

سلفی صاحب کا عبدالشکور کی "تحقیق" پر اندھا اعتماد:

جناب دیکھ لیں یہ کیسی تحقیق ہو رہی ہے۔ اسی تحقیق پر عبدالجبار سلفی کو ناز ہے اور پھولے نہیں سماتے، چنانچہ موصوف اپنے "امام اہل سنت" عبدالشکور صاحب پر اندھا اعتماد کرتے ہوئے یوں زمزمہ ساز ہیں کہ "امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ سے بڑھ کر رافضیت کے داؤ پیچ سمجھنے والا کون ہوگا؟ چنانچہ مولانا احتشام الدین مراد آبادی رحمہ اللہ نے اپنی بے مثل تصنیف "نصیحۃ الشیعہ" میں ایک جگہ شیعہ مذہب کی کتاب اصول کافی کے حوالے سے ایک راوی "یزید (بن) معاویہ" کا ذکر کیا۔ تو حضرت لکھنوی رحمہ اللہ نے حاشیہ پر اس کی وضاحت یوں لکھی "یہ یزید بن معاویہ قاتل حسین نہیں، بلکہ حضرت عباس علمدار شہید کربلا کا پوتا ہے" (نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۱۱)"۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ حق چار یار لاہور، اپریل ۲۰۱۰ء صفحہ ۸ ۲ شمارہ ۴)

اگر جھوٹ اور سچ میں تمیز نہ کرنا اور قابل اعتماد مآخذ ذکر کیے بغیر یزید بن معاویہ کو حضرت عباس علمدار کا پوتا اور بیٹا بنا دینا تحقیق ہے تو کذب و افتراء کس جانور کا نام ہے؟ سلفی صاحب اور ان کے سارے اگلے پچھلے "محققین" جمع ہو جائیں تب بھی حضرت عباس علمدار کی اولاد میں سے اس نام (معاویہ) کا کوئی بیٹا اور یزید نام کا کوئی پوتا نہیں دکھا سکتے۔ متلاشیان حق کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ سلفی صاحب نے مولوی کرم دین صاحب کی جتنی کتب شائع کی ہیں ان میں کئی مقامات پر تحریف اور علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ اسے کسی مناسب موقع پر تفصیل سے منظر عام پر لایا جائے گا انشاء اللہ تعالی

سلفی صاحب کی لاعلمی:

سلفی صاحب کی جہالتیں شمار سے زیادہ ہیں ان کی کس کس جہالت کو آشکار کیا جائے۔ یہاں بطور نمونہ ان کی صرف ایک جہالت ملاحظہ کرتے چلیے، چناں چہ ہم نے اپنے اسی جوابی مضمون میں کتاب "نصیحۃ الشیعہ" سے عبدالشکور صاحب کی یہی بات ماہنامہ دقائق اسلام سرگودھا میں تحریر کی تھی تو سلفی صاحب ہماری اس تحقیق کا جواب تو نہ دے سکے البتہ مولوی احتشام الدین مراد آبادی کو حنفی ثابت کرنے کے لئے صرف سید عبدالحی حسنی صاحب کی کتاب "نزہۃ الخواطر" سے ان کا حنفی ہونا لکھ دیا جیسا کہ موصوف لکھتے ہیں "نصیحۃ الشیعہ" مولانا احتشام الدین مراد آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۸۸ء) کی رفض توڑ کتاب ہے جسے امام اہلسنّت علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے اپنے مقدمہ و حواشی سے مزین کر کے شائع فرمایا تھا انہوں نے اگرچہ مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے تھے مگر مسلکاً حنفی تھے (نزہۃ الخواطر (عربی) جلد ۸، ص ۲۳، از مورخ ہند مولانا عبدالحی رحمہ اللہ)

(ماہنامہ حق چار یار شمارہ ۷، جولائی ۲۰۱۱ء صفحہ ۴۱، ۴۲)

سلفی صاحب کو چاہیے تھا کہ مرادآبادی صاحب کے مذہب پر بحث کرنے کی بجائے ان کی تحریر کی گئی بات کا مدلل جواب دیتے۔ لیکن ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ سلفی صاحب صبح قیامت کے طلوع ہونے تک ہماری تحقیق کا جواب نہیں دے سکتے اور نہ ہی اپنے "امام اہل سنت" عبدالشکور صاحب کی اس انوکھی "تحقیق" کے دھبوں کو صاف

کر سکتے ہیں ۔ رہا مراد آبادی صاحب کا مسلکاً حنفی ہونا، یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے ۔ آپ ان کو حنفی بنانے میں بھی ناکام ہوئے، کیونکہ یہ صاحب حنفی نہیں بلکہ غیر مُقلد تھے ۔ چنانچہ مولانا نذیر حسین دہلوی صاحب نے حنفیوں کے رد میں ایک ضخیم کتاب ''معیار الحق'' کے نام سے تحریر کی ۔ اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد حنفی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی تو اس کتاب کی تردید میں حنفی عالم مولانا ارشاد حسین رام پوری متوفی ۱۳۱۱ھ نے ''انتصار الحق'' کے نام سے ایک کتاب لکھ دی جب یہ کتاب شائع ہو کر منظر عام پر آئی تو مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ''مجھ پر معیار الحق کی سنجیدہ اور وزنی بحث کا بہت اثر پڑا ۔ اور صاحب انتصار الحق کا علمی ضعف صاف صاف نظر آگیا'' (آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی صفحہ ۳۶۶، طبع دہلی)

کتاب انتصار الحق کے شائع ہونے کے بعد غیر مُقلدین کی طرف سے بہت سی کتابیں تردید میں لکھی گئیں جن میں احتشام الدین مراد آبادی متوفی ۱۹۱۳ء صاحب نصیحۃ الشیعہ کی کتاب ''اختیار الحق'' بھی شامل ہے، یہ کتاب حنفی حضرات کے رد میں اور مولانا نذیر حسین دہلوی صاحب کی کتاب معیار الحق کی تائید مزید میں مُنصّۂ شہود پر آئی ۔ احتشام الدین مراد آبادی صاحب کی کتاب ''اختیار الحق'' مطبع العلوم مراد آباد ہمارے ذخیرہ کتب میں موجود ہے جو بڑے سائز کے ۳۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ کتاب رمضان المبارک ۱۲۹۷ھ میں مراد آباد سے شائع ہوئی ہے ۔ اب ہم سلفی صاحب سے یہ بات پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا کوئی حنفی عالم اپنے مخالف غیر مُقلدین کے مسلک کی تائید اور حنفی حضرات کی تردید میں کتاب لکھ سکتا ہے نیز اس کے باوجود وہ حنفی ہی رہے گا؟

کاش کہ سلفی صاحب اس کتاب کا مطالعہ ہی کر لیتے تو مراد آبادی صاحب کو حنفی بنانے کی کوشش ہرگز نہ کرتے مراد آبادی صاحب نے اپنی اس کتاب میں حنفی حضرات کے مُعتقدات کو اپنے تئیں قرآن وسنت سے مُتصادم قرار دے کر ان کا بڑی شدت کے ساتھ رد کیا ہے ۔ علاوہ ازیں علمائے غیر مُقلدین نے اپنے علماء کے تذکروں میں ان کو اپنا ہم مسلک ہی تحریر کیا ہے ۔ مثال کے طور پر اہل حدیث سوانح نگار ملک عبدالرشید عراقی سوہدروی نے اپنی تصنیف ''برصغیر پاک وہند میں علماء اہل حدیث کی تفسیری وحدیثی خدمات'' صفحہ ۳۴ پر بعنوان ''احتشام الدین مراد آبادی'' قدرے تفصیل سے ان کا تذکرہ کیا ہے، ان کے علاوہ دیگر کتابوں کو بھی دیکھا جا سکتا ہے مولانا عبدالحی حسنی متوفی ۱۹۲۳ء کا نزہۃ الخواطر جلد ۸، صفحہ ۱۴ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۷ھ میں ان کو صرف ''الحنفی'' لکھ دینے سے وہ حنفی نہیں بن جائیں گے یہ صاحب یقیناً غیر مُقلد ہیں، انہیں حنفی لکھنا سراسر غلط اور کھلی حماقت ہے ۔ البتہ ''سلفی'' لکھنے سے فوراً تبادر ''غیر مُقلدین'' کی طرف جاتا ہے، کیونکہ عرفِ عام میں غیر مُقلد ہی سلفی کہلاتے ہیں ۔ حنفی حضرات اور غیر مُقلدین میں اصولی اختلاف ہے، سلفی لوگ حنفیوں اور شافعیوں کو برملا کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مفتی جامعہ مدنیہ لاہور نے اپنی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''صفات متشابہات اور سلفی عقائد'' میں بڑی صراحت کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا ہے ۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم اس کی بھی وضاحت کر دیں گے ۔

(جاری ہے)

باب المتفرقات

ہم ہیں سچوں کے ساتھ بجواب ہو جاؤ سچوں کے ساتھ

قسط ۱۰

تحریر: ملک الطاف حسین ڈھولر (تلہ گنگ) چکوال

انسان کی فطری کمزوری ہے کہ جب کسی دوسرے سے خدا واسطے کا بیر ہو تو اس کی شان و شوکت اور قدر و منزلت گھٹانے کی خاطر مناسب دلائل و ثبوت دستیاب نہ بھی ہوں تو چند مہمل روایتیں اور کچھ بے جا شکایتیں اکٹھی کر کے خالی جگہ پر کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔

موصوف کو جب علماء و فقہا کی مخالفت و مخاصمت پر چالاک شیطان نے اکسایا اور نفس پُرعصیان نے بھڑکایا تو اپنی علمی مملکت کے طول و عرض کو دیکھے بغیر یوں بول اٹھے کہ: ''دین کے ایک ہی مسئلے پر متضاد فتوے ہیں کوئی بھی توضیح المسائل اٹھا کر دیکھو تو کہیں بھی قرآن اور معصوم کا فرمان نہیں ملتا۔ سب اجتہاد ہی اجتہاد ہے۔ ملت میں اختلاف کی یہی وجہ ہے''۔ صفحہ ۱۵

مصنّف مذکور کی نادانی کم عقلی اور کم ظرفی کو داد دینے کے بعد عرض ہے کہ فقہاء کے فتووں میں بظاہر نظر آنے تضادات درحقیقت موصوف اور ان کے دیگر ہم جماعتوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے وہ شبہات و خدشات ہیں جو ابلیس کی محنت کا نتیجہ ہیں جن پر پیشتر ازیں مفصل گفتگو کر چکے ہیں جو ان کی طبیعت کا زنگ صاف کرنے کو کافی ہے۔

مزید واضح کیے دیتے ہیں کہ قرآن سے راہ و رسم رکھنے والا ہر شخص بخوبی آگاہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ پاک نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے ایک ہی بات کو کئی مختلف انداز میں بار بار بیان فرمایا ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ کلام مجید کی ان بامعنی طرزوں، مفید طریقوں اور کارآمد اسلوبوں کو تقریباً ہر زمانے میں اسحاق بن کندی جیسے ناسمجھ سپوتوں نے خود قرآن کے مفاہیم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کتاب الٰہی کو تضادات و اختلافات کے نام پر اختلافی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنے دین و ایمان کو دریا برد کر دیا ہے۔

امام نقی علیہ السلام کے دور میں ایک زندیق نے اس طرح کی نازیبا حرکت کی تو امام معصومؑ نے اپنے ایک شاگرد کے ذریعے اسے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مشیّت خدا میں ان آیاتِ قرآنی کا مفہوم کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ کا منشاء کچھ اور ہو اور تم کچھ اور سمجھ رہے ہو۔ یہ سن کر علم و فہم کی قلت اور وہم و گمان کی ذلت کا شکار وہ شخص لاجواب ہو کر رہ گیا اور اپنے ناپاک ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں نامراد رہا۔

جناب امیر علیہ السلام کے زمانے کا ایک مشہور و معروف واقعہ جسے آیت اللہ العظمٰی جناب محمد حسین النجفی

نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب احسن الفوائد صفحہ ۶۷۸ تا ۶۸۶ میں قلمبند فرمایا ہے جس کی طرف رجوع کرنے والے شکی مزاج پتنگوں کی آئندہ آنے والی نسلوں میں پائے جانے والے متوقع شکوک وشبہات بھی ختم ہونے کے قوی امکانات موجود ہیں۔

اس واقعہ کی مختصر روداد اس طرح ہے کہ جناب علیؑ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں کتابِ الٰہی کی صداقت بے بارے بعض شکوک و شبہات میں مبتلا ہو چکا ہوں، اس کا ازالہ فرمائیں۔ امام وقت نے پوچھا کہ تجھے کیوں شک نے آگھیرا ہے؟ جواب دیا کہ مجھے کیوں شک نہ ہو کہ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تکذیب کر رہی ہے۔ یعنی آیاتِ قرآنی میں تضاد ہے۔ اپنے اس شک کی بنیاد پر آیات پیش کرتا رہا، اور امام عالی مقامؑ اسے حقیقی معنی سے شناسائی کرواتے رہے۔ اور وہ مطمئن ہوتا رہا۔

جناب رضوی صاحب کو بھی یہی عارضہ لاحق ہے، لہٰذا بطور مثال صرف چند آیات اس غرض سے پیش کرتے ہیں تاکہ تضادات کے چکّروں میں الجھ کر اپنی عاقبت خراب کرنے والوں سے پوچھ سکیں کہ یہاں بظاہر نظر آنے والے تضادات کو وہ کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

① ارشادِ قدرت ہوتا ہے کہ: ''آپ کو جو بھلائی پہنچتی ہے وہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور آپ کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ تمھاری وجہ سے ہے اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور گواہی کے لیے اللہ کافی ہے''۔ (النساء:۷۹)

② ''اور جب انھیں بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہے۔ کہہ دیجیے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں''۔ (النساء:۷۸)

③ موت کے حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: ''اللہ مارتا ہے، ایک دوسری آیت میں موت کی نسبت ملک الموت کی طرف ہے اور پھر تیسری آیت سے یہ واضح ہے کہ ملائکہ مارتے ہیں۔

④ ایک مقام پر اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو'' جو آسمان میں رہتا ہے'' دوسری طرف کچھ یوں ہے کہ'' اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی''۔ اور اللہ کا یہ فرمانا جو ہر خاص و عام کی زبان پر اکثر رہتا ہے کہ'' اللہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے''۔

محولہ بالا اور ان جیسی دیگر درجنوں آیات سے ایک عام آدمی کے ذہن میں جو غیر واضح اور کثیف سی تصویر وجود میں آتی ہے اس سے کتنا بڑا تضاد اور اختلاف دکھائی دیتا ہے لیکن جس قرآن کی یہ آیات ہیں اسی قرآن کا دعویٰ اور چیلنج ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا۔ قرآن میں اختلاف کا نہ ہونا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تب ہی تو اس میں ذرہ برابر اختلاف نہیں۔

مختلف ادوار میں جو لوگ قرآن میں نقائص، تضادات اور اختلافات جیسے شکوک وشبہات میں مبتلا اور

بعد ازاں اہل ذکر کی وضاحتوں سے مطمئن بھی ہوئے، یہ اس حقیقت کے حق ہونے کی واضح و روشن دلیل ہے کہ ہر زمانے میں اہل ذکر کا موجود ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ہر دور میں ایسے لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں جو قلت علم کی وجہ سے اپنی آنکھ کے شہتیر کو دیکھنے کی بجائے دوسروں کی آنکھ پر نظر رکھتے ہوئے دھیلا بھر پونجی کے مالک نہ ہوکر بھی میلوں ٹھیلوں کے شوقین نظر آتے ہیں اور اس شوق کے پیشِ نظر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرکے اسی شیطان کا کردار ادا کرتے ہیں۔

محترم رضوی صاحب خدانخواستہ اگر آج کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس مسئلے کے حل کے لیے آپ کا رخ کسی فقیہ ابرار کی طرف ہوگا یا پھر کسی ماہر موسیقار کی طرف؟ کیا انھیں تضاد و اختلاف ہی کہیں گے یا کسی اہل ذکر سے علمی استفادہ کرکے اپنی کم علمی کے دامن پر پائے جانے والے شکوک وشبہات کے داغ دھبے اور قیاس و گمان کے میل کچیل کو دور کرکے صاف و شفاف دامن لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا پسند فرمائیں گے؟ لیکن کیا کہنے آپ کی بدنصیبی اور بدبختی کے کہ آپ اہل ذکر پر طعن و تشنیع کے لیے ادھا کھائے بیٹھے ہیں۔ ان کے علمی ذخائر اور اس میدان میں کی جانے والی جد و جہد کو تضاد و اختلاف کا ڈھیر کہہ کر اسے ملت تشیّع میں انتشار و خلفشار کا سبب قرار دے رہے ہیں۔

قرآن مجید کے بعد تاریخ اسلام کی ورق گردانی کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب علی علیہ السلام سے لے کر قائم آلِ محمد علیہ السلام تک ہر معصوم امامؑ کا ایک ہی مقصد کے حصول کے لیے طریق کار مختلف رہا۔ امام اولؑ کو جب ایک خاص سازش کے تحت امورِ مملکت (ظاہری منصب خلافت) سے الگ کر دیا گیا تو آپؑ کی مصروفیات کچھ اور طرح کی رہیں۔ دشمنانِ اسلام پر موت بن کر نازل ہونے والا علیؑ کم وبیش پچیس سال تلوار کو نیام اور تدبیر کو آرام میں رکھ کر اپنا درد سینے میں چھپائے زندگی کے دن گزارتا رہا۔ بالآخر ساری دنیا نے دیکھا کہ تنہائیوں میں بیٹھ کر اس رونے والے علیؑ نے جمل و صفّین اور نہروان میں اسلام کا چہرہ بگاڑنے والوں کی صفیں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں اور ایسے فیصلے کیے جو تھوڑا عرصہ بعد اس کی شہادت کا سبب بن گئے۔ لیکن زیادہ دور کی بات نہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کی شہادت کے بعد جناب حضرت حسن علیہ السلام نے چند شرائط پر معاویہ سے صلح کرکے اس حکومت سے کنارہ کشی کرلی جس کے تخت پر بیٹھنا کسی اور کے لیے کسی حالت میں بیٹھنا سوائے ان پاک و پاکیزہ شخصیات کے جائز و حلال نہ تھا۔

تھوڑا عرصہ بعد اکسٹھ ہجری میں کربلا کے بے آب وگیاہ میدان میں ایک بازار سجتا ہے جس میں مختلف رنگ ونسل پر مشتمل ایک مختصر گروہ اپنے قائد کی قیادت میں اپنی ساری جمع پونجی فروخت کرکے رضائے خداوندی خریدنے کی خاطر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے۔ چشم فلک نے کچھ نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ ان خود فروشوں نے کچھ اس خوبصورتی سے داستانِ عشق رقم کی کہ تا طلوعِ صبح قیامت اس کی رعنائیوں کو طاغوتی جھکڑ غبار آلود نہیں کر سکتے۔

باب المتفرقات

تواضع و انکساری

مؤلف: کاظم سعید پور ○ مترجم: مولانا اقبال حسین مقصودپوری

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے: ''وَ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا'' (فرقان: ۶۳) اور جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں وہ زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان التواضع یزید صاحبه رفعة فتواضعوا یرفعکم الله'' تواضع کرو تواضع بندوں کو بلندی پر لے جاتی ہے۔ جو تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیتا ہے۔ (میزان الحکمۃ صفحہ ۲۱۵۲۶)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''علیك بالتواضع فانه من اعظم العبادة'' ہمیشہ انکساری پر قائم رہو یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ (میزان الحکمۃ صفحہ ۲۱۵۲۶)

حضرت موسیٰؑ کے انتخاب کی وجہ

خداوند متعال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ! کیا جانتے ہو کہ میں نے اپنی تمام مخلوقات سے اپنے ہم کلام ہونے کے لیے صرف آپ کا انتخاب کیوں کیا؟ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگار تو خود ہی بتا سکتا ہے اس کا راز کیا ہے۔ خداوند متعال نے فرمایا: میں نے اپنے بندوں کی چھان بین کی ہے، ان میں سے کسی کو تیرے سے زیادہ تواضع کرنے والا نہیں پایا۔ اے موسیٰؑ! جب آپ نماز پڑھتے ہیں اور اپنا رخسارہ زمین پر رکھتے ہو تو یہ عمل مجھے پسند ہے۔

(داستانہائے اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)

حضرت سلمان فارسیؓ کی کسر نفسی

ایک بار حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے شخص کے درمیان ملاقات ہوئی، اس شخص نے حضرت سلمانؓ سے پوچھا: تم کون ہو، اپنا تعارف کراؤ حضرت سلمانؓ نے فرمایا: ''میری اور تیری خلقت کی ابتداء ایک قطرۂ پانی، نطفہ سے تھی، آخری انجام بھی نجس مردار ہوگا، روزِ قیامت جب عدل کا ترازو قائم ہوگا، جس کسی کا نیک اعمال کا ترازو بھاری ہوگا وہ صاحبِ شرافت و کمال ہوگا اور جس کسی کا اعمالِ صالحہ کا ترازو ہلکا ہوگا، وہ پست اور بے قدر ہوگا''۔ (اخلاق صفحہ ۴۴)

شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی انکساری

ایک بار کسی شخص نے دانش مند معظّم عالم بزرگوار خواجہ نصیرالدین طوسیؒ سے جسارت کرتے ہوئے انھیں کہا: اے کلب بن کلب (یعنی اے کتے اور کتے کے بیٹے) اس بزرگ فلاسفر نے اس کے جواب میں فرمایا: آپ کی بات درست نہیں ہے۔ کیونکہ کتا جب چلتا ہے تو چار پیروں پر چلتا ہے، بھونکتا ہے، اس کے ناخن دراز ہوتے ہیں لیکن میں سیدھے قد کا انسان ہوں، میرے ناخن چوڑے ہیں، اور سیدھے ہیں، میں باتیں کرتا ہوں، تعجب کی صورت میں ہنستا مُسکراتا ہوں، میرے صفات اور کتے کے صفات و خُصُوصیات میں کافی فرق ہے۔ کہنے

والے نے جو کچھ کہا اور کہتا رہا۔ جناب خواجہ نصیرالدین طوسی علیہ الرحمۃ نے پوری متانت اور حوصلہ سے اس کا جواب دیا اور اپنی گفتگو کے دوران کوئی ایک بری بات نہیں کی۔

تواضع کا مکمل نمونہ

جب صاحبِ جواہر نے مرجعیّت کے لیے جناب شیخ انصاری کا انتخاب کیا اور ان کے مُجتہد و مرجع ہونے کا اعلان فرمایا تو دوسرے روز جناب شیخ انصاری نے اپنے طلاب سے فرمایا: آپ لوگوں کو غلطی ہو رہی ہے۔ دراصل میرے ایک ہم کلاس تھے جو میرے سے زیادہ اعلم تھے، اور بہت ہی زیادہ عالی مرتبہ عالم تھے، وہ مرجع عالی قدر ہیں، وہ ایران کے صوبہ مازندران میں رہتے ہیں۔ جب لوگ مازندران میں ان کے پاس گئے اور ان سے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: نہیں ہرگز ایسا نہیں۔ خود شیخ انصاری مرجع ہیں۔ کسی زمانہ میں اعلم تھا، لیکن مجھے دس سال ہو رہے ہیں میں مازندران آگیا ہوں، اور ایک پیش نماز ہوں۔ میں نے درس و تدریس کا سلسلہ چھوڑ دیا ہے لیکن جو مشغول ہیں وہی اعلم و مرجع ہیں۔ (عوامل کنٹرل غرائز در زندگی صفحہ ۱۶۲)

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت رسولِ اکرامؐ کے صحابی حضرت ابوسعید خدریؓ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ اپنے اونٹ کو خود گھاس ڈالتے تھے، خود ہی اسے باندھتے، خود ہی اس کی جگہ پر جھاڑو دیتے تھے۔ اپنی گوسفند کا دودھ خود نکالتے تھے، اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ اپنے لباس کو خود پیوند لگاتے، خادموں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے، اگر چکی پر آٹا بنانے والا ملازم تھک جاتا تو آپ اس کی جگہ خود کام کرتے۔ آپ خود بازار سے خریداری فرماتے اور جو کچھ خرید کرتے خود تھیلے میں ڈال کر اٹھا لاتے۔ آپؐ جو لوگوں کے پاس سے گزرتے نمازی، غنی، فقیر، چھوٹے بڑوں، سیاہ رنگ، سفید فام، غلام، آزاد سب پر سلام کی ابتداء کرتے۔ آپؐ کا گھر اور باہر جانے کا لباس پوشاک ایک ہی ہوا کرتا تھا۔

جو کوئی آپؐ کو بلاتا اس کا جواب دیتے۔ تھوڑا یا زیادہ مقدار کی چیز پر جو کوئی آپؐ کو جیسی دعوت دیتا آپؐ قبول فرماتے، اور حقیر نہ سمجھتے حتیٰ کہ اگر کسی نے آپؐ کو معمولی سے خرما کھجوروں پر دعوت دی تو بھی آپ نے قبول فرمائی۔

آپؐ لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ آپؐ کرم نوازی کا سلوک روا رکھتے تھے۔ ہمیشہ کشادہ روئی، انکساری سے پیش آتے۔ آپؐ کے دل میں تمام اہل اسلام اور اہل ذمہ اہل کتاب کے لیے جگہ ہوتی۔ آپ سب کے ساتھ نرم دلی کا مظاہرہ فرماتے۔

(معراج السعادۃ صفحہ ۲۶)

تواضع اور دبدبہ

عدی بن حاتم حضرت امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں: آپ جب تک ہمارے درمیان تھے باوجود یکہ تواضع و انکساری آپؐ کا معمول تھا، تاہم آپ کا دبدبہ ہمیشہ ہمارے اوپر حکومت کرتا تھا۔

(احلی من العسل جلد ۲ صفحہ ۶۳۸)

باب المتفرقات

ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی کی ممانعت

تحریر: حجۃ الاسلام محمد حسینی بہارانچی

کم تولنا بدترین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مطففین میں ایسے لوگوں کی شدید مذمت میں فرمایا ہے:
وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ① الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ② وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ③ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ④ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ⑤ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ⑥ (سورۃ مطففین ۱ تا ۶)

ویل ہے ان کے لیے جو ناپ اور تول میں کمی کرتے ہیں، جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ ایک روز اٹھائے بھی جائیں گے۔ ایک بڑے سخت دن میں۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے کم تولنے والوں کے لیے لفظ ویل فرمایا ہے، جس کے معنی تباہی اور ہلاکت کے ہیں، ایک روایت کے مطابق ویل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی کم تولنے کی برائی میں مبتلا تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں تبلیغ کی اور انھیں اس سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن وہ لوگ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے۔ آخر کار اللہ نے اس بددیانت قوم پر عذاب نازل کیا اور وہ ہلاک ہوگئی۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو قوم بدعہدی کرے خدا اس پر اس کے دشمنوں کو غالب کر دیتا ہے اور جو قوم احکامِ الٰہی سے ہٹ کر فیصلے کرے خدا اس پر افلاس کو مسلّط کر دیتا ہے اور جو قوم زنا اور بے حیائی میں مبتلا ہو اس قوم میں ناگہانی اموات عام ہو جاتی ہیں اور جو قوم کم تولنے لگتی ہے اس کی زمین بنجر ہو جاتی ہے اور وہ قحط میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جو قوم زکات دینا چھوڑ دے اس پر بارش برسنا بند ہو جاتی ہے۔

دکانداروں کو امام علیؑ کی نصیحت

امام علیؑ کے ایک صحابی وشیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علیؑ کو دیکھا کہ آپ ہاتھ میں چابک لیے بازار کوفہ میں گھوم رہے تھے اور دکانداروں سے کہہ رہے تھے: "اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ" اللہ سے ڈرو اور ناپ تول پورا کرو۔ (بحار الانوار جلد ۷۶ صفحہ ۳۱۱)

امام محمد باقر علیہ السلام آیت قرآن: "وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ" (اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا تو انھوں نے کہا کہ اے قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں

ہے۔ خبردار ناپ تول میں کمی نہ کرو تو میں تم کو خوشحال دیکھ رہا ہوں اور میں تمھارے بارے میں اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو تم سب کو گھیر لے گا۔ (سورۃ ہود: ۸۴)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پانچ چیزوں سے خدا کی پناہ مانگو۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی سزا اس دنیا میں بھی مقرر ہے۔ ان میں سے ایک ناپ تول میں کمی کرنا ہے۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں پر خدا قحط اور ظالم حاکم کو مُسلّط کر دیتا ہے۔ (نور الثقلین جلد ۲ صفحہ ۳۸۹)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی خرید و فروخت میں کسی مُسلمان سے خیانت کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایسا شخص بروزِ قیامت یہودیوں کے ساتھ محشور ہوگا۔ کیونکہ وہ مُسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ خیانت کرنے والی قوم ہے۔ (بحار الانوار جلد ۱۰۰ صفحہ ۸۰ بحوالہ امالی شیخ صدوق صفحہ ۴۲۳، ۴۲۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب خدا نے اپنے حبیبؐ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی اجازت دی تو اس نے آپ پر حدود اور تقسیم میراث کے قواعد نازل فرمائے اور آپؐ کو ان گناہوں سے آگاہ کیا جو دوزخ کا سبب بنتے ہیں۔ خدا نے کم ناپ تول کرنے والوں کے لیے "ویل للمطففین" کی آیت نازل فرمائی۔

(کافی جلد ۲ صفحہ ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے لفظ "ویل" کا اطلاق کافروں کے لیے کیا ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: "فویل للذین کفروا من مشھد یوم عظیم" اور ویل ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے کفر کیا انھیں بڑے سخت دن کا سامنا ہوگا۔ (سورۂ مریم: ۳۷)

نیک و بد اعمال کا ترازو

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو نیک اور برے اعمال کا میزان اور صراطِ مستقیم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کے متعلّق فرمایا کہ رسولِ خداؐ کی زندگی تمھارے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے: "لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط" ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہ سکیں۔

(سورۃ الحدید: ۲۵)

روایات میں ہے کہ ہر شخص اپنی ذات کو دوسروں کے لیے میزان قرار دے، جو اپنے لیے پسند نہ کرتا ہو اسے دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرے اور جو اپنے لیے پسند کرتا ہو وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسن مجتبیٰؑ سے فرمایا تھا: پیارے فرزند! اپنے اور دوسروں کے درمیان ہر معاملے میں اپنی ذات کو میزان قرار دو۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اور جو اپنے لیے نہیں چاہتے اسے دوسروں کے لیے بھی نہ چاہو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو یونہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمھارے ساتھ حُسنِ سلوک ہو یونہی دوسروں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ دوسروں کی جس چیز کو برا سمجھتے ہو

اسے اپنے میں بھی ہو تو برا سمجھو اور لوگوں کے ساتھ جو تمہارا رویہ ہو اسی رویے کو اپنے لیے بھی درست سمجھو۔

(نہج البلاغہ مکتوب ۳۱ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسینؒ)

جو چیزیں گن کر (درجن وغیرہ کے حساب سے) بیچی جاتی ہیں یا میٹر کے حساب سے ناپ کے بیچی جاتی ہیں، ان میں کمی بھی کم تولنے میں شامل ہے۔ اگر کوئی شخص کم مقدار میں چیز دے کر زیادہ شمار کرے تو وہ بھی کم فروشی کا مرتکب ہوگا اور خدا نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے جو عذاب تیار کیا ہے وہ بھی اس میں جلے گا۔

شیخ انصاری مکاسب محرمہ میں تحریر فرماتے ہیں: کم تولنے والے نے جتنا مال کم تولا ہے وہ اس کے پورا کرنے کا ذمے دار ہے اور اگر گاہک مر گیا ہو تو اتنا مال اس کے وارثوں کے حوالے کرے۔ اگر وہ گاہک کو نہ پہچانتا ہو تو پھر بنا بر احتیاط حاکم شرع کی اجازت سے اس کی طرف سے صدقہ کرے اور اگر دکاندار کو یہ یاد نہ ہو کہ اس نے گاہک کو کتنا مال کم دیا ہے تو پھر وہ گاہک کے ساتھ مصالحت کرے۔ کم تولنے کا مقصد یہ ہے کہ گاہک سے جتنا مال دینے کا معاہدہ ہوا ہے اس مین کمی کرے خواہ اس کا تعلّق تولنے سے ہو، ناپنے سے ہو یا گننے سے ہو۔ اگر کوئی شخص ملاوٹ کر کے وزن پورا کر دے تو جتنا مال اس میں ملاوٹ کا ہے اتنے مال کی گاہک کو ادائیگی کرے۔ مثلا دکاندار گاہک سے سودا کرے کہ وہ اسے چالیس کلو گندم دے گا اور دکاندار اس سے چالیس کلوم کے پیسے لے اور گندم میں دو کلو مٹی ملا کر گاہک کو چالیس کلو گندم تول دے تو دو کلو کا دکاندار مقروض ہے۔ اس پر واجب ہے کہ گاہک کو چالیس کلو خالص گندم پوری کر کے دے۔ ایک دکاندار نے گاہک سے دس لیٹر دودھ کی رقم لی اور وہ گاہک کو نو لیٹر دودھ دے اور اس میں ایک لیٹر پانی ملائے تو وہ دکاندار اپنے گاہک کا ایک لیٹر دودھ کا مقروض ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اسے ایک لیٹر خالص دودھ مزید دے۔

گاہک کا قصاب سے دس کلو گوشت کا معاہدہ ہوا۔ قصاب نے گوشت میں ضرورت زیادہ ہڈیاں ڈال کر دس کلو پورا کر کے دیا تو اس حال میں وہ قصاب عرف سے زیادہ ہڈیاں ڈالنے کی وجہ سے گاہک کا مقروض ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اسے مزید گوشت دے۔ اگر کوئی دکاندار اپنی جنس پر پانی چھڑک کر اسے وزنی بنا کر بیچے تو وہ بھی کم تولنے کا مجرم قرار پائے گا اور اتنی مقدار کا وہ گاہک کا مقروض ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی دکاندار اعلیٰ جنس میں ادنیٰ جنس کی ملاوٹ کر کے اعلیٰ جنس کی حیثیت سے فروخت کرے تو وہ بھی کم تولنے کا مجرم ہے اور وہ بھی گاہک کا مقروض ہے۔ مثلا اگر گاہک نے دکاندار سے چالیس کلو درجہ اول کا چاول خریدا اور دکاندار نے اس میں پانچ کلو درجہ دوم کا چاول ملا کر چالیس کلو پورا کر کے دیا ہے تو اس نے خیانت کی ہے اور وہ ملاوٹ کا مجرم اور پانچ کلو چاول درجہ اول کا مقروض ہے۔ اسی طرح دکاندار اور گاہک میں دس کلو دیسی گھی کا سودا ہوا ہو اور دکاندار اس میں آدھا کلو چربی یا بناسپتی گھی ملا کر دس کلو دیسی گھی کے نام سے بیچے تو اس نے ملاوٹ کی اور گاہک سے خیانت کی ہے اور وہ آدھا کلو کا مقروض ہے۔ الغرض دھوکا دہی پر مبنی تمام قسم کے معاملات باطل اور حرام ہیں۔

بقیہ باب العقائد

سے مراد ہے اسلامی سرحدوں اور دیگر تمام شہروں کی حفاظت وحراست کرنا، شریر لوگوں پر کڑی نگاہ رکھنا۔ نیز ظالموں سے مظلوموں کے حقوق واپس دلوا کر ان کی داد رسی کرنا۔ جھگڑا کرنے والوں کے درمیان صحیح فیصلہ کرنا۔ باہمی تنازعات کو رفع کرنا، حدود شرعیہ کا جاری کرنا اور ان تمام امور کا بجا لانا جن سے مُسلمانوں کی فلاح و بہبود وابستہ ہے۔

ان حقائق سے واضح ہوگیا کہ تعریف امامت میں وارد شدہ لفظ ریاست عامہ دینی و دنیوی سے ان حضرات کے خالق ورازق ہونے پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔

بقیہ باب الاعمال

بلا جھجک اس منگنی کو توڑ دیں اور اس طرح اولاد کی زندگی میں زہر نہ گھولیں۔ بلکہ ان کی زندگیوں کو تلخیوں اور ناکامیوں سے نکال کر ان پر اور خود اپنے اوپر رحم کریں۔

اس منگنی سے مُتعلقہ بعض غلط رسمیں

پھر اس منگنی پر خاصا اسراف کیا جاتا ہے۔ طرفین سے دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے اور گراں قیمت تحفوں کا تبادلہ ہوتا ہے اور ترقی یافتہ گھرانوں میں تو یہ رسم بھی ہے کہ منگنی کے بعد (نکاح سے پہلے) لڑکی لڑکا آپس میں آزادنہ طور پر ملنے لگتے ہیں جس سے کئی دینی و معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ایسا کرنا ہو تو کم از کم منگنی کے ساتھ نکاح بھی پڑھ لیں۔ تاکہ شرعاً ان کا میل ملاپ اور باہمی اختلاط تو جائز ہوجائے۔

Registered No. (G) H.C/722

سرزمین وحی اور مقاماتِ مُقدّسہ کی طرف پرواز

حج عمرہ مکہ مکرمہ ☆ مدینہ منورہ ☆ عراق ☆ ایران

کی مُکمل زیاراتْ رُوح پرور ماحول میں علماء کی زیرِ قیادتْ

سعودی عرب ۱۲ دن | عراق ۱۰ دن | ایران ۱۰ دن | سفر ٹوٹل ۳۲ دن کا ہو گا

مختصر سا حق زحمت وصول کیا جائے گا

اور رقم باقی بچ جانے کی صورت میں حسب سابق ہر زائر کو واپس لوٹا دی جائے گی

روانگی فروری کے آخری ہفتہ میں ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ

6 عدد رنگین تصویریں اور پاسپورٹ جنوری کے پہلے ہفتہ میں وصول کیے جائیں گے

نیز فقط زیارات عراق و ایران کے خواہشمند احباب بھی رابطہ کر سکتے ہیں

کھانے کے علاوہ تمام اخراجات قافلہ سالار کے ذمے ہوں گے

پاکستان سے سعودی عرب اور سعودی عرب سے عراق بائی ایئر اور عراق سے ایران بائی روڈ، ایران سے واپسی پاکستان بائی ایئر ہوگا

منجانب: کاروانِ عقیلہؑ بنی ہاشم چک 36 شمالی سرگودھا

0301-6720512
0345-8963472

الخط کمپوزرز 0307-6719282